

عالمی مجلسِ تحریکِ ختمِ نبوتہ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۱۳، شمارہ نمبر: ۲۲

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)



حضور کا زوجِ مہرِ مہرِ اذریٹوں کے ساتھ حسنِ سوگ

جدید

تعلیم یافتہ

حضراتِ یکتے

شیخ سلیم حضرت مدنی کی ایک سبق آموز تحریر

انگریزوں برصغیر کے عوام کو تعلیم محروم کرنے کی بڑھت کوشش کی

اللہ والوں کی صحبت کا اثر
وہ غلاظت میں تھری گیا
سنت یوسفی پر عمل
یہاں اس نے
کردکھایا

سمع رسالت کا ایک پروانہ

غازی علم میں شہید

شہادتِ آسمانی بر کذبِ قادیانی

سیح ہونود کی قیمت

نبوت کے بعد آپ کی تصدیق کی تھی ان کو صحابی شمار کر سکتے ہیں اور ان کو رضی اللہ عنہم لکھنا بھی صحیح ہے؟

سوال :- حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل آپ کے جو بیٹے پیدا ہوئے اور رضائے اہلی سے بچپن ہی میں فوت ہو گئے، کیا ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جاسکتا ہے؟

جواب :- کوئی حرج نہیں۔

سوال :- کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی بھائی تھے؟

جواب :- نہیں۔

سوال :- کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی بھائی بچپا زاد، تایا زاد، چھو بھئی زاد یا ماموں زاد تھے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالصین میں سے تھے۔ اگر تھے تو ان کا کسی کتاب میں کہیں کوئی تذکرہ ملتا ہے؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تایا، چچا اور چھو بھئی تو قطعاً نہیں تھے، تایا زاد، چچا زاد اور چھو بھئی زاد کا کیا سوال؟ ماموں یا خالہ کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا تو ممکن نہیں۔ البتہ بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت مریمؑ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی ماموں یا خالہ بھی نہیں تھی۔

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکلوتے بیٹے تھے، ان کے علاوہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

سوال :- کیا حضرت مریم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت آسیہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے؟

جواب :- یہ دونوں خواتین خود بھی دو تین مہینوں (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی صحابیہ ہیں) اور جنت میں ان کا شمار ازواج مطہرات میں ہوگا اس لئے ان کو رضی اللہ عنہما لکھنا بلاشبہ صحیح ہے۔

میرا پرہیزی

سوال ۱ :- میرا پرہیزی فریب اور تنگ دست ہے۔ اکثر بیشتر مقروض رہتا ہے۔ عرصہ سے پانی قائل خراب ہونے کی وجہ سے پرہیزیوں کے گھر سے پانی لاتے ہیں۔ دینی لحاظ سے جاہل، نہ نماز نہ روزہ پر عمل، شرک و بدعت کی رسموں پر عمل پیرا ہے۔ کیا ایسے پرہیزی کے ساتھ ایک سلوک کرنا جائز ہے۔

جواب :- جائز ہے۔

سوال ۲ :- اگر میں اپنے پاس سے پانی قائل گلوادوں جس سے ان کی تکلیف کچھ نہ کچھ کم ہو سکے تو کیا میری یہ کوشش صدقہ جاریہ کے ذمے میں آسکتی ہے یا نہیں۔ اسلام نے کافر پرہیزی کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے۔ صرف خدا کی رضا جوئی کی خاطر

پرہیزی کی تکلیف دور کرنے کی جدوجہد میرا مقصد ہے۔
جواب ۲ :- بیضیہ صدقہ ہے۔ واقعی پرہیزی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے خواہ کافر ہو لیکن دین کی تعلیم دینا بھی پرہیزی کا حق ہے یا دوسرے لفظوں میں پرہیزی کو دوزخ سے بچانے



بچنے تھے۔ مگر میرے شوہر نے ملا الزمام لگا کر کھلی دینی شروع کر دی اور کما کر آج ایک (مطلق دسے رہا ہوں) اب کبھی دیر ہوئی تو دو مطلق دسے دوں گا۔ میں نے خدا اور اپنے رسول کی قسم کھائی، اپنی بیٹی کی قسم کھائی کہ میں بد کردار نہیں ہوں اور بار بار لفظ مطلق مت لیا کرو۔ مگر وہ نہیں مانتے۔

میں جہاں کام کرنے جاتی ہوں ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہے۔ شروع شروع میں ماہیٹ بھی کرتے تھے۔ میں پیشہ یہ کہتی ہوں کہ اگر میں بری ہوں تو مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا جبکہ میں ہر طرح سے اپنے شوہر کا خیال رکھتی ہوں۔ میں اپنے لئے سال میں ایک دو ڈرامہ بھی نہیں بناتی ہوں، پھر بھی ہمارے شوہر کا یہ حال ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

جواب :- اگر آپ کا شوہر تین بار مطلق کا لفظ استعمال کر چکا ہے تو دونوں مہیاں یہی نہیں رہے، آپ اس سے علیحدگی اختیار کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نوکری کیوں کرتی ہیں؟ کمانا کھانا مرد کی ذمہ داری ہے، نہ کہ عورت کی۔ فقط واللہ اعلم

رضی اللہ عنہ

سوال :- حضور نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل جو لوگ بھی آپ کے عیال میں سے تھے مثلاً یہی، بیٹے، بیٹیاں، دوست، انہب اور دیگر رشتہ دار کیا ہم ان لوگوں کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کر سکتے ہیں؟

جواب :- ضرور کر سکتے ہیں۔

سوال :- حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ایسے لوگ بھی تھے جو کہ آپ کو صلوات اور ائمن کہتے تھے اور مانتے تھے کہ آپ حق پر ہیں ان میں سے کچھ اور بڑے سب شامل تھے لیکن انہیں اتنا موقع نہ ملا کہ وہ اعلان نبوت تک حیات رہتے اور آپ پر ایمان لاتے اس سے قبل ہی وہ لوگ فوت ہو گئے، کیا ایسے افراد کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جاسکتا ہے؟

جواب :- جو حضرات آپ کو صلوات و ائمن مانتے تھے مگر اعلان نبوت سے پہلے انتقال کر گئے وہ صحابی تو نہیں البتہ ان کے بارے میں امید نجات ہے۔ ورقہ ابن نوفل نے

ادائیگی زکوٰۃ کی صورت

سوال :- ہم زکوٰۃ سارا سال تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ آیا ہم زکوٰۃ کی رقم الگ نکال کر رکھ لیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں یا یہ رقم کاروبار میں لگی رہے اور تمام رقم زکوٰۃ کی سال کے آخر تک ادا کریں۔

جواب :- پہلی صورت صحیح ہے کہ زکوٰۃ کی رقم الگ کر دی جائے اور پھر جب بھی کوئی ضرورت منہ سامنے آئے اس کو دیتے رہیں۔

تین مطلق ہو چکی ہیں

سوال :- میری شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں اس کے باوجود میرے شوہر صاحب ہر وقت مجھے بد کردار کہتے ہیں اور الزام تراشی کرتے ہیں۔ میں نوکری کرتی ہوں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ دوسری عورتوں کی طرح گھر داری کروں اور شوہر صاحب اپنی ذمہ داری قبول کریں۔ مگر میری نصیب ہی بری ہے۔ حلال کی نوکری کر کے بھی سکون سے کھانا نصیب میں نہیں ہے۔ شادی کے پندرہ دن کے بعد سے نوکری کر رہی ہوں اور گھر کا خرچ چلا رہی ہوں۔ مگر ابھی تک شوہر صاحب کو گھر کی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ ایک بیٹی ہے۔ چھ ماہ کی تھی جب سے ہماری والدہ کے پاس ہے کہ کسی طرح پہلے میں کام کر کے گھر کا خرچ پورا کروں اور مجھے سب سے زیادہ احساس اس بات کا ہے کہ میں غیر مردوں کے ساتھ کام کرتی ہوں جبکہ ہمارے آفس والے بہت اچھے قسم کے لوگ ہیں اور میری عزت بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی مجھے اس بات کا احساس ہر وقت رہتا ہے کہ میں باختم کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ میری کمزوری یہ ہے کہ مجھے اپنے شوہر سے بہت محبت ہے۔ میں نے کبھی بھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ سال میں ایک دو ڈرامہ لے لے دیتے ہیں۔ پھر بھی میں نے کچھ نہیں کہا۔ ہر وقت گلی دینا، الزام تراشی کرنا، بات بات پر مطلق کے الفاظ ادا کرنا مجھے بہت برا لگتا ہے۔
۵۵۔۵۷۔۲ کو بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔ میں اپنے آفس کی دو سری لڑکی کے ساتھ گاڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ گاڑی نہیں مل رہی تھی۔ اس لئے میں گھریٹ بیٹھی ساڑھے آٹھ بجے۔ جبکہ تمام آفس والے اپنے گھر فونج کر دوس منٹ تک



ختم نبوت

کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شماره نمبر ۲۲ ● تاریخ ۲۳ جنوری ۱۹۹۴ء ● بمطابق ۲۹ اکتوبر تا ستمبر نومبر ۱۹۹۳ء

اس شمارے میں

- ۱- آپ کے مسائل اور ان کا حل
- ۲- نعت رسول مقبول ﷺ
- ۳- اوارسیہ
- ۴- حضور کا حسن سلوک
- ۵- جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے
- ۶- غازی علم دین شہید
- ۷- پردہ اور برقعہ
- ۸- اللہ والوں کی صحبت کا اثر
- ۹- بزم ختم نبوت
- ۱۰- حجت حدیث ﷺ
- ۱۱- مسیح موعود کی حقیقت
- ۱۲- شہادت آسمانی بر کذب قادیانی
- ۱۳- نظم

حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدد

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

عبد الرحمن یادو

مولانا عزیز الرحمن جانہ حری

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد المہینی

مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلال پوری

ماہ محمد حنیف نیرم

محمد انور رانا

دشنت علی صبیح ایڈووکیٹ

خوشی محمد انصاری

جامع مسجد باب الرحمت (زست) پرانی نمائش

ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

حضور باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

اندرون ملک چندہ

امریکہ - کنیڈا - آسٹریلیا 1100
یورپ اور افریقہ 1000
تعمیر عرب امارات و ایشیا 1500
بیک / ادارت عام بہت روزہ ختم نبوت
الانڈین بینک انورسی گاؤں راج گانگواٹ نمبر ۳۳۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ

سالانہ ۱۵۰ روپے
شش ماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
تہ پرچہ ۳ روپے

.....

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

.....

سید سلمان گیلانی

حق والوں میں شامل رہ کر باطل سے ٹکراؤں گا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے لئے میں زندہ رہوں گا، ان کے لئے مر جاؤں گا
 زور لگا لے تو اے دنیا تیرے ہاتھ نہ آؤں گا
 دنیا مجھ کو پاگل سمجھے میں کیا جانوں دنیا کو
 میرے پیارے کملی والے میں تیرے گن گاؤں گا
 تیرے عدو کو زندہ دیکھوں مجھ میں یہ برداشت نہیں
 یا تو مٹا دوں گا میں ان کو یا میں خود مٹ جاؤں گا
 ایسا وقت اگر آپہنچا ساری دنیا دیکھے گی
 مال و منال کیا شے ہیں، تجھ پر اپنی جان لٹاؤں گا
 موتیوں جیسے آنسو میں نے روک رکھے ہیں آنکھوں میں
 یہ آنسو روضہ اطہر پہ جا کر میں برسائوں گا
 اے میرے آقا اے میرے مولاً وعدہ ہے یہ انشاء اللہ
 تیرا امتی کہلاتا ہوں اور تیرا ہی کہلاؤں گا
 روگ کسی کا یا کوئی لالچ مجھ کو بھلا کیا روکے گا
 حق والوں میں شامل رہ کر باطل سے ٹکراؤں گا



حکومت مردم شماری میں قادیانیوں کے نام غیر مسلموں کی فہرست میں درج کرائے

اگر کسی قادیانی نے اپنا نام مسلمانوں کی فہرست میں درج کرایا ہو تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کریں

ایک اطلاع کے مطابق ملک میں ۱۸ اکتوبر سے یکم نومبر تک مردم شماری ہو رہی ہے۔ قادیانی اس ملک کی غیر مسلم اقلیت ہیں جنہوں نے ملک کے آئین کو اب تک تسلیم نہیں کیا وہ برابر اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں خود کو غیر مسلم تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ جس کی وجہ سے لوڈ کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی پر ان کے خلاف مقدمات کی بھرمار ہے۔ اب مردم شماری کے موجودہ مرحلہ پر بھی قادیانی بغاوت پر آمادہ ہیں۔ آئین کی دفعہ ۲۹۰ کے تحت اپنے نام غیر مسلموں کی فہرست میں درج کرائے سے گریزاں ہیں۔ حکمران طبقہ اور ملک کے حساس ادارے قادیانیوں کی اس کھلی بغاوت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ نامعلوم قادیانیوں کی اس کھلی بغاوت سے چشم پوشی کیوں برتی جا رہی ہے۔ مردم شماری کے اس مرحلہ پر آئین پاکستان کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

حکومت کو چاہئے کہ قادیانیوں سے آئین پاکستان کا احترام کرائے اور مردم شماری میں ان کے نام غیر مسلموں کی فہرست میں درج کرائے اور اس سلسلہ میں خصوصی حکم جاری کرے۔ عالی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں، مبلغین اور کارکنوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے علاقہ کی مردم شماری کی فہرستیں دیکھیں۔ اگر کسی قادیانی نے اپنا نام مسلمانوں کی فہرست میں درج کرایا ہو تو اس کے خلاف دفعہ ۲۹۸۔ پی پی سی کے تحت قانونی کارروائی کریں۔

ابوالفضل خان محمد (دامت برکاتہم)

امیر عالی مجلس تحفظ ختم نبوت خانقاہ سراہیہ شریف کنڈیاں

قادیان کے دجالی فتنہ کی سرگرمیاں اور علماء کرام کی ذمہ داری

قادیانیت کوئی فرقہ نہیں ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کے تحت جنم دیا گیا ہے

موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آتے ہی قادیانی فتنہ گردی، اشتعال انگیز حرکتوں اور ان کی تبلیغ میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ ملک کے عوام سادہ لوح ہیں، انہیں قادیانیت کی اصلیت کا علم نہیں ہے۔ عوام تو عوام بعض مساجد کے علماء اور خطباء حضرات بھی قادیانیوں کے اصل عقائد، مرزا قادیانی کے دعویٰ اور کردار سے نا آشنا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس مسئلہ کی کوئی اہمیت نہیں اور وہ دوسرے مسائل کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے علاقے میں قادیانی فتنہ گردی کرتے ہیں، نوجوان ذہنوں کو خراب کرتے ہیں اور تاجدار ختم نبوت سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے بغاوت کے جراثیم ان کے ذہنوں میں ڈالتے ہیں، مردود و ملعون مرزا قادیانی جیسے مکار و عیار کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان علماء کرام کی زبان اس بارے میں گنگ ہو جاتی ہے۔

ہمارے قابل احترام علماء کرام کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ قادیانیت کوئی فرقہ نہیں، ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کے تحت جنم دیا گیا۔ جس کی سرپرستی یهود و نصاریٰ دونوں کر رہے ہیں۔ کروڑوں روپے ان کو صرف اور صرف مسلمان ملکوں کی جاسوسی کے لئے دیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال میں جو قادیانیوں کا لندن میں ہوا، ان کے پیشوا مرزا طاہر نے یہ بیان دیا تھا کہ آئندہ پاکستان میں ہزاروں قادیانی مسجدیں، جنہیں ہم مرزاؤں کہتے ہیں، تعمیر کی جائیں گی۔ آخر پاکستان میں ہی ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟

۱۔ برطانیہ عیسائی ملک ہے، انہیں وہاں ”مسجدیں“ تعمیر کرنے کا خیال نہیں آتا۔ وہ عیسائیوں کو قادیانی بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

۲۔ امریکہ ان کا ان دانا، محسن و مہل ہے۔ کروڑوں ڈالر قادیانیت کے فروغ نیز اسلام اور مسلم ملکوں کے خلاف سازشوں پر صرف کر رہا ہے، مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانی یہ کہہ دیتے ہیں کہ امریکہ میں ہمارے مرزاؤں سے ہیں لیکن مرزا طاہر اور قادیانیوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم امریکہ میں ہزاروں مسجدیں (مرزاؤں) تعمیر کر رہے ہیں یا کریں گے۔

۳۔ یودیوں کی نام نہاد سلطنت اسرائیل میں ان کا مشن موجود ہے۔ وہاں کے چھوٹے ارکان حکومت سے لے کر صدر تک سے ان کے تعلقات ہیں 'انہوں نے وہاں کتنے مرزاؤں تعمیر کئے یا تعمیر کرنے کا اعلان کیا؟ قادیانی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

۴۔ ہندوستان میں ان کا نام نہاد کعبہ یا مرکز موجود ہے۔ قادیان یا پنجاب میں کتنے سکھوں نے قادیانیت اختیار کی اور کتنے عبادت خانے بنائے۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ وہاں ہندوؤں اور دوسرے غیر اسلامی مذاہب میں ان کی تبلیغ ہوتی ہی نہیں اور نہ ان کے عبادت خانے بنتے ہیں 'وہاں بھی یہ مسلمان علاقوں کا ہی رخ کرتے ہیں اور انہیں ہی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ دوسرے غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی دیکھتے ہیں یہ وہاں زمین خرید کر ان مسالہ لوح مسلمانوں کے لئے گمراہی کا زاوہ تعمیر کرتے ہیں۔

آخر قادیانی مسلمان علاقوں اور مسلمان ملکوں میں ہی اپنی ارتدادی سرگرمیاں کیوں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ برطانیہ 'امریکہ 'اسرائیل اور ہندوستان وغیرہ میں ایسا کیوں نہیں کرتے تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ فتنہ ساز مروجہ طاقتوں خاص طور پر مغربی سامراج کا پیدہ کردہ فتنہ ہے۔ جس وقت برصغیر میں انگریز حکومت نے مسلمان حکومت کا خاتمہ کر کے یہاں کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو اسے برصغیر کے عوام خصوصاً مسلمانوں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ شدہ شدہ اس مزاحمت میں تیزی آتی گئی یہاں تک کہ علماء حق کی قیادت میں جہاد کے لئے لشکر تیار ہو گئے۔ ہندوستان کو دار الحرب قرار دے دیا گیا۔ کئی معرکے ہوئے۔ انگریز حکمرانوں نے جو جدید اسلحے اور مسلح سازو سامان سے لیس تھے 'علماء حق کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جوں جوں ان کے ظلم و ستم اور بربریت میں تیزی آتی گئی 'مسلمانوں میں جذبہ جہاد بھی تیز تر ہو گیا۔

ہم بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انگریز حکومت نے تمام تر حربے آزمائے لیکن وہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے ایسے منافقین کی تلاش شروع کر دی جو مسلمان کہلاتے تھے 'مسلمانوں جیسے نام تھے بظاہر اپنے کو اہل علم بھی کہتے تھے 'تقریر و تحریر میں بھی انہیں ملکہ حاصل تھا اور کچھ ایسے خاندان اور پیر تلاش کئے جن کا اثر و رسوخ تھا۔ انہیں خطبات سے نوازا اور جاگیریں الاٹ کیں۔ ایسے عناصر لالچ میں آکر انگریز حکومت کی تعریف میں زمین و آسمان کے تقابے ملانے لگے اور انگریز حکمرانوں کو اولی الامر قرار سے کران کے خلاف جہاد کرنے والوں کو نثار اور جہاد کو نذر قرار دیا۔ اس کے باوجود بھی انگریز حکومت کا مقصد عمل نہ ہوا۔

انگریز نے سوچا کہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے جذبہ جہاد نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان میں سے کسی ایسے شخص کو تیار کیا جائے 'جو نبوت کا دعویٰ کرے اور نبی بن کر جہاد کو حرام قرار دے۔ مرزا قادیانی کا خاندان انگریز کا پرانا نمک خوار تھا۔ مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے اس خاندان نے بعد سواروں کے پچاس گھوڑے مہیا کئے تھے 'انہیں دربار گورنری سے تعریفیں اور سر فیکلٹ ملنے تھے حتیٰ کہ دربار میں کرسی نشینی کا مقام بھی انہیں حاصل تھا۔ یہ خاندان ہر طرح سے انگریز کا دوا دار اور سچا خیر خواہ تھا۔ انگریز نے اپنے اسی دوا دار خاندان سے مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور ہندو بیچ اس سے مختلف دعوے کراتے کراتے نبوت کے منصب پر بٹھا دیا۔ صرف نبی ہی نہیں بنایا بلکہ اس سے اعلان کر لیا کہ قرآن کریم کی سورۃ فتح میں جو محمد رسول اللہ ﷺ آیا ہے 'اس کا مصداق بھی میں ہوں۔ نعوذ باللہ۔ چنانچہ اس نے انگریز کی عطا کردہ نبوت کا منصب سنبھالتے ہی اعلان کر دیا کہ اب جہاد حرام ہو چکا ہے اس کا مشہور شعر ہے۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

حضرات علماء کرام! آپ فتنہ قادیانیت کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں 'سطور بالا میں جو گزارشات کی ہیں وہ محض یاد دہانی کے لئے کی گئیں۔ اس لئے کہیں کہ ہم نے اس خطرناک فتنہ کی تاریخ کو نظر انداز کر کے اس فتنہ کا تعاقب چھوڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ملک کے خلاف ان کی جاسوسی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں۔ وہ تبلیغ عام کرنے لگے ہیں 'یہ وہی دشمنان تیار کر کے مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ نی وی نشریات جام کی جاری ہیں مگر نی وی کے دلدادہ افراد ان کے بھگوڑے پیڑھا مرزا ظاہر کی تقریر سننے پر مجبور ہو جائیں۔

عام طور پر بعض ہمارے محترم علماء کرام یہ کہتے بھی نظر آتے ہیں کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لئے اور بھی بہت سے فتنے ملک میں موجود ہیں 'جب یہ غیر مسلم ہو گئے تو پھر اس مجاہد پر کام کرنے کی کیا ضرورت ہے 'ہمیں دوسرے فتنوں کے خلاف بھی کام کرنا چاہئے۔ ہم کسی کو روکتے نہیں کہ وہ دوسرے فتنوں کے خلاف کام نہ کریں لیکن قادیانیوں نے ابھی تک اس قانون کو تسلیم ہی نہیں کیا وہ اب بھی خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں مثلاً۔

۱۔ جب وہ غیر مسلم کافر مرتد اور زندیق ہیں تو ان کے نام مسلمانوں جیسے نہیں ہونے چاہئیں۔ اس پر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا 'ہم اس سے ملنا جہاں ہم رکھتے ہیں۔ تو ہم عرض کریں گے کہ مرزا قادیانی کا یہی نام نہیں تھا اس نے اور بھی بہت سے نام بتائے ہیں۔ جیسے بے سنگھ بھار اور کرشن۔ آخر قادیانی ان ناموں سے ملنا جہاں ہم کیوں نہیں رکھتے؟

۲۔ اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات بھی وہ بے دریغ استعمال کرتے ہیں 'یہاں جو ان کے رسائل شائع ہوتے ہیں 'اگرچہ ان میں بھی اسلامی شعائر و اصطلاحات کا استعمال ہوتا ہے لیکن زیادہ تر جو بیرونی رسائل آتے ہیں ان میں صاف اور واضح الفاظ میں مرزا قادیانی کی بیویوں کو ام المؤمنین 'اس کے شروع کے پیروکاروں کو صحابی اور ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہوتا ہے۔

۳۔ مسز ظاہر کی دشمنانیت کے ذریعے جو تقریر نشر ہوتی ہے 'اس میں وہ پاکستانی آئین کی دھجیاں اڑاتا ہے اور تمام اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔

۴۔ کسی کافر 'مرتد' زندیق اور مشرک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن مجید کو چھوئے 'لیکن قادیانی جان بوجھ کر قرآن مجید اٹھائے پھرتے ہیں۔

۵۔ کلمہ طیبہ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ کوئی کافر اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اقرار باللسان اور تصدیق قلب کے ساتھ کلمہ نہ پڑھے۔ لیکن قادیانی مسلمانوں کو

مشتمل کرنے کے لئے کلمہ طیبہ کا جج لگاتے رہتے ہیں۔ ان کے رسائل پر کلمہ طیبہ سرفہرست لکھا ہوتا ہے۔ کلمہ کے باجواز استعمال پر قادیانیوں کے خلاف مقدمات قائم ہوئے، گرفتاریاں ہوئیں اور انہیں قید بھی بھگتنا پڑی۔

۶۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے بہت سے مرزاؤں (عبادت خانے) تعمیر کئے، جو مسلمانوں کی مساجد کے مشابہہ تھے۔ مسلمانوں کے مطالبے کے باوجود ان کی مساجد سے مشابہت ختم نہیں کی گئی۔

۷۔ یوں تو پہلے دور میں بھی قادیانیوں کو ان کی اشتعال انگیزوں پر کچھ نہیں کہا جاتا تھا لیکن موجودہ دور حکومت میں انہیں کھلی آزادی مل گئی ہے۔ پنجاب میں تو ان کے وارے نیارے ہیں کیونکہ وہاں وٹو صاحب وزیر اعلیٰ اور راجہ منور اس کے مشیر اعلیٰ ہیں۔ پچھلے دنوں راجہ منور نے سرگودھا کے ایک قصبہ میں مرزاؤں کے ایک مرزاؤں کا افتتاح کیا۔ اس مرزاؤں کے مینار بھی ہیں، مخراب بھی ہیں، جو آئین سے سراسر انکسار ہے۔

محترم علماء کرام! انبیاء کرام وراثت میں مال و منال اور جاگیریں چھوڑ کر نہیں جاتے، ان کی وراثت علم ہے، جس کے وارث آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی العلاء ورتہ الانبیاء کے مطابق آپ ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ آپ حضرات کی ذمہ داری ہے۔ ہم نے ان کی تاریخ آپ کے سامنے پیش کی، ان کی خطرناک سرگرمیوں کا ذکر کیا لیکن قادیانیوں کے عقائد اور جھوٹے دعویٰ نبوت مرزا قادیانی کے دعویٰ پر روشنی نہیں ڈالی، اس لئے کہ بات طویل ہو جائے گی جبکہ ان کے عقائد و نظریات آپ سے مخفی بھی نہیں ہیں۔

ہماری آپ سے درد مندانه گزارش ہے کہ عالم اسلام کے خلاف جاسوسی کرنے والے، مرزا قادیانی کو منصب نبوت پر بیٹھا کر ہمارے نبی محترم و مکرم سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے خلاف پوری دنیا میں بغاوت کا جج بونے والے، اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید میں لفظی و معنوی تحریف کرنے والے، نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح کرنے والے انگریزوں کے اس پیدا کردہ فتنے کا پر زور تقاب کیا جائے۔ اگر آپ نے لیت و لعل، نمل منول سے کام لیا، اس فتنہ کی طرف سے نرمی برتی اور اس کی دجلانہ تبلیغ سے ایک بھی شخص گمراہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ اس سلسلہ میں آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے جس قسم کا بھی تعاون چاہیں، عالمی مجلس اس کے لئے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے بچائے اور ہم سب کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت، آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ اور اس دجلانی فتنہ کے خاتمہ کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

باہوشفتت قریشی سهام

حضور کا ازواج مطہرات اور بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک

بیٹیاں تمہاری بہترین اولاد ہیں، جو شخص کوئی چیز لے کر گھر جائے تو پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو

تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں اپنا بھائی بہت پیارا ہے۔ جب انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا کہ اگر تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو عمر میں سب بیویوں سے چھوٹی تھیں، ایک برتن میں پانی پیا۔ اس کے بعد آپ نے اسی جگہ ہونٹ لگا کر پانی پیا جنہاں سے حضرت عائشہؓ نے پیا تھا۔ ایک بار حضرت صفیہؓ نے روئے ہوئے عرض کیا کہ حضرت صفیہؓ نے مجھے طعن دیا کہ تو بیویوں ہے اور ہم رسول اللہ ﷺ کی صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ ان کی برادر کی ہم پلہ بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ۔

”آپ کہیں کہ میرا باپ ہارون، میرا چچا موسیٰ اور میرا خاندان محمدؐ ہے پھر مجھ سے بڑھ کر کون ہو سکتی ہے۔“ اس پر وہ خوش ہو گئیں۔ حضور ﷺ کا اپنی بیویوں سے یکساں سلوک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے درمیان عدوت اور رقابت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ ﷺ

ہے۔ حضورؐ نے عورت کی شان یوں بیان فرمائی ہے۔
”عورت حیا اور وفا کا مجسمہ ہے۔“
سرکار دو جنہاں ﷺ نے نہ صرف توفا بلکہ نفلان امور کو نبھایا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ازواج مطہرات کے جبر سے باہم بیست تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ کھانے پینے اور گزارہ کرنے کی وہ مثال پیش کی ہے کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ سب بیویوں کے ہاں قیام کی باری مقرر تھی۔ سڑک کے وقت قدم اندازی میں جس بیوی کا نام آجاتا وہ ساتھ جاتی تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے وقت السلام ملکہ فرماتے۔ ان کی دلداری اور عطوفت کا اس قدر خیال تھا کہ گھر کے کام کاج میں خود ہاتھ بٹاتے تھے۔ اگر کوئی کام حسبِ مشاغل ہو تا تو ناراض نہ ہوتے بلکہ نرمی سے سمجھاتے تھے۔ ان کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے۔ ان کی خوشی میں اپنی خوشی کا اظہار فرماتے۔ آپ ازواج مطہرات کے رشتہ داروں سے بھی پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ام حبیبہؓ اپنے بھائی کے ساتھ بڑے پیار سے باتیں کر رہی

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہمارے عقائد کی جان اور ایمان کی روح ہے۔ اس عقیدہ میں پختگی کی بدولت ایک مثالی معاشرے کی تخلیق میں مدد ملی ہے۔ معاشرے کی بنیادی افغانی لگتی ہے۔ گھر میں امن و سکون اور خوشحالی کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار ہوں۔ سرد کائنات نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں فرمایا ہے کہ۔
”تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہے۔“
آپ کا ارشاد ہے کہ۔

”کوئی مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی (اور بیوی خاندان سے) نفرت نہ کرے۔ اگر اس کی ایک عادت نا پسندیدہ ہے تو یقیناً کسی دوسری عادت میں پسندیدہ ہوں گی۔“ (مسلم)
آپ نے بیویوں کو اپنے خاندانوں کے گھروں کی گھرانہ قرار دیا ہے۔ آپ نے جہلانہ دور کے اس تصور کی تردید کی کہ عورت مکرو فریب کی پہلی ہے اور اس سے دوری اچھی



شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے

شیخ اسلام حضرت مدنیؒ کی ایک سبق آموز تحریر

کوئی ہندو جو انگریزی داں ہے کبھی اپنے مذہب پر صداقت کے ساتھ قائم نہیں رہتا

جہالت کیا ہے کہ زمانہ سابق میں ہندوستان میں خواتین کی تعداد موجود زمانہ سے زیادہ تھی۔

(حکومت خود اختیاری ص ۸۵)

انگریزی دور اور جہالت کا زور

مگر انگریزوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی کثرت اگر ہندوستان میں رہی تو وہ ہماری حکومت کو فنا کریں گے۔ اس لئے انہوں نے تعلیم گاہوں کو لمبا میٹ اور تعلیم کو نیست و نابود کر دیا اور تعلیم کی تمام موقوفہ زمینوں کو ۱۸۳۸ء میں سرکاری قبضہ میں لے لیا۔ سردہم ڈبھی پورس برٹش انڈیا میں لکھتا ہے۔

(حصن سوال و جواب بجز بزل سمٹھ کے۔ ص ۱۰۱)

”سوال نمبر ۵۳۳ کیا آپ کسی طرح اس بات کی روک کر سکتے ہیں کہ بچیوں کو ان کی طاقت کا علم نہ ہو۔“

جواب میرے خیال میں انسانی تاریخ میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ معدودے چند اختیار چھ کر ڈھ آبدی کے ملک پر حکمرانی کر سکیں۔ جسے آج کل رائے کی پلوشاہت کہتے ہیں اس لئے جو نسوی وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو تعلیم کی تاثیر سے ان کے قوی اور مذہبی تہمتے دور ہو جائیں گے جس کے ذریعہ سے اب تک ہم نے اس ملک کو اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کرنا اور علیٰ ہذا اقیاس تعلیم کا اثر یہ ضرور ہو گا کہ ان کے دل بڑھ جائیں گے اور انہیں اپنی طاقت سے آگاہی ہو جائے گی۔“

(خوشحال برطانوی ہند ترجمہ اسپرس برٹش انڈیا ص ۱۰۹)

اسی بنا پر انگریزوں نے تعلیم اور تعلیم گاہوں کو بھلا کر لیا اور چونکہ ان کا نصب العین زیادہ سے زیادہ ملنی منافع حاصل کرنا تھا اس لئے بھی انہوں نے ہندوستانوں کو تعلیم دینا اپنے مقاصد کے خلاف سمجھا۔ بہر حال تھوڑے ہی عرصہ میں جبکہ تعلیم گاہیں مٹ گئیں اور ان کی جگہ دو سرے اسکول اور کلچر وغیرہ قائم نہ کئے گئے اور پرانے تعلیم یافتہ لوگ آہستہ آہستہ وفات پانگے تو چاروں طرف ہندوستان میں جہالت اور

سو کلچر مختلف علوم و فنون کے تھے۔ وہ لفظ کلچر کا لگتا ہے۔ اسکول پر انگری اسکول یا کتب نہیں لکھتا ہے جبکہ دار السلطنت دہلی سے ایک ہزار میل سے زیادہ دوری پر بسنے والے شہر میں اس قدر کلچر تھے تو پھر شردہلی، آگرہ اور دیگر شہر ہائے بی بی، بنگل، اڑیسہ، مدراس، بھئی، سندھ، پنجاب وغیرہ کے بڑے شہروں کے متعلق قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہاں تعلیمی حالت کیا ہوگی۔ مقررہ کتاب اخطا میں لکھتا ہے۔ بنانہ محمد تعلق مرہوم) صرف شردہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے۔

مسٹر کیر پارڈی نے میکس مور کے حوالہ سے لکھا ہے۔

”انگریزی عمل داری سے قبل بنگل میں اسی ہزار مدرسے تھے۔ اس طرح چار سو آدمیوں کی آبادی کے لئے ایک مدرسہ کا اوسط ہونا تھا۔ نیز لٹلڈونے تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے ہر موضع میں جو اپنی قدیم حالت پر رہے اپنے عموماً پڑھ لکھ سکتے ہیں مگر جس جگہ ہم نے مثل بنگل کے پرانا نظام توڑ دیا ہے وہاں سے گاؤں کا اسکول غائب ہو گیا ہے۔“

(تاریخ ہندو جلد پنجم ص ۳۳ روشن مستقبل ص ۳۳)

اسی طرح انگریزوں نے نظام سوسائٹی نے جو کہ ۱۸۵۳ء میں انگلستان میں قائم تھی اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے۔

”ہندوؤں کے زمانہ میں ہر موضع میں ایک مدرسہ ہوتا تھا۔ ہم نے چونکہ دہائی کیشیوں یا میو سپلیوں کو توڑ دیا اس سے ان کے ہاتھ سے مدارس سے بھی محروم ہو گئے۔ اور ہم نے ان کی جگہ کوئی چیز قائم نہیں کی۔“

(روشن مستقبل ص ۳۳)

الماصل یہ امر مسلمت میں سے ہے کہ زمانہ سابق میں لکھے چڑھے لوگ زیادہ ہوتے تھے اس کی تصدیق اسور مذکورہ بالا کے علاوہ مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر لٹلڈون کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ نالہ لاچپت رائے نے اپنی کتاب ان ہنسی انڈیا میں انگریزی سرشتہ تعلیم کے افسروں کے حوالہ سے یہ

انگریزی دور میں علم سے محرومی

پہلی حالت :- یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہر حکومت کے لوہین فرائض اور بنیادی اصولوں میں سے یہ امر ہے کہ وہ رعایا میں علم کی روشنی زیادہ سے زیادہ پھیلائے اور اس کے ذریعہ سے ان کے انفاق انسانہ اور افعال معاشرہ میں ترقی دے۔ ان کی جماعتوں اور بدکرداریوں کو دور کرے۔ ان کو مذہب اور شانہ اور متدن بنائے۔ رعایا کے ہر فرقہ اور ہر خاندان کے افراد کو یکساں طور پر مواقع اور سہولتیں تعلیم پانے کی پیدا کرے۔ چنانچہ زمانہ سابق میں ہندوستان میں ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک اس کا انتظام بغیر کسی فیس اور مصلحتہ کے کیا جاتا تھا۔ پلوشاہوں، نوابوں، امراء اور اہل ثروت کی طرف سے چاہیے اور تعلیمی مصارف کے لئے وقف کردی گئی تھیں۔ اس طرح صوبہ بنگل میں صوبہ کا چوتھا حصہ اسی کے لئے وقف تھا۔ جیسا کہ مسٹر جیمس کرائٹ کے تخمینہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سرکاری قوانین سے ان کی امداد ہوتی تھی۔ صاحب ”روشن مستقبل“ لکھتا ہے۔

”اس زمانہ میں کیفیت یہ تھی کہ والیان ملک اور امراء تعلیم کی پوری سرپرستی کرتے تھے اس کے لئے جاگیریں دیتے اور چاہیے اور وقف کرتے تھے۔ دہلی کی مرکزی حکومت نوٹ جانے پر بھی صرف اشتلاخ روئیل کھنڈ میں جو دہلی سے قریب تر تھے پانچ ہزار غناہ مختلف مدارس میں درس دیتے تھے اور حافظ الملک (نواب روئیل کھنڈ حافظ رحمت خان مرہوم) کی ریاست سے کھڑا ہیں پاتے تھے۔“

(حیات حافظ رحمت خان ص ۲۷)

ہر ہر قریہ اور دیہات میں ایسے مدارس موجود تھے جن میں لکھے پڑھنے، حساب وغیرہ کی تعلیم ہوتی تھی جیسا کہ سر تھامس سنو کا مقالہ ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہتے انگریزوں ہائیں اپنے سرنامہ میں شمشادہ اور گنگ زیب مرہوم کے زمانہ کی حالت اٹلا تا ہوا لکھتا ہے کہ صرف شرفضہ سندھ میں چار

ہندوستانی ہو کر ملحق اور رائے الفاظ اور کلمہ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"

(روشن مستقبل ص ۳۱) از تاریخ التعليم مبرہما ص ۱۰۵) اسی کے ساتھ ساتھ وہ رائے جو لارڈ میکالے کے قلب کے اندرونی پردوں کے اندر چھپی ہوئی تھی وہ وہ تھی جو کہ انہوں نے اپنے والد کو ایک چٹھی میں لکھ کر بھیجی تھی اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"اس تعلیم کا اثر ہندوؤں پر بہت زیادہ ہے۔ کوئی ہندو جو انگریزی داس ہے کبھی اپنے مذہب پر صداقت کے ساتھ قائم نہیں رہتا۔ بعض لوگ مصلحت کے طور پر ہندو رہتے ہیں مگر بہت سے یا تو مودعہ ہوجاتے ہیں یا مذہب عیسوی اختیار کر لیتے ہیں۔ میرا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر تعلیم کے متعلق ہماری تجویز پر عملدرآمد ہوا تو تیس سال بعد ہنگال میں ایک بہت پرست بھی باقی نہ رہے گا۔"

(روشن مستقبل ص ۳۲) از تاریخ التعليم مبرہما ص ۱۰۵) چنانچہ ان مقاصد کا تصور بہت تیز رفتاری سے جو لڑکے اور ان کالجوں اور اسکولوں اور یونیورسٹیوں سے جو لڑکے فارغ ہو کر نکلے گئے وہ اپنے اسلاف کے مذہب اور ان کے طریقوں سے بیزار اور متنفر ہوتے تھے اور چونکہ موجودہ مذہب عیسوی میں ایسی معتقدات اور جاہلیت نہ تھی کہ وہ اپنی طرف ان کو کھینچنے کے لیے خود انگریز بھی مومناں مذہب پر قائم نہیں ہیں ان کی حیثیت صرف قومیت کے درجہ تک ہے محل اور عقیدہ میں کوئی تاثر نہیں ہے اس لئے وہ الملّا اور لادیت کی دلدل میں پھنس کر اطلاق دینے اور خدا ترسی سے بالکل دور ہوجاتے رہے۔

ڈیلو ڈیلو ہنتر کہتا ہے۔
"ہمارے اینگو انڈین اسکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں لگتا جو اپنے آپ کو اجداد کے مذہب سے انکار کرنا نہ جانتا ہو ایشیا کے چھلنے پھولنے والے مذہب جب مغربی سائنس بہت حقائق کے مقابلہ میں آتے ہیں تو سوکھ کر ٹکڑی ہوجاتے ہیں۔"

(ترجمہ رسالہ ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۰۲) الغرض باوجود اس شورا شوری اور اتنی تعلیمی جدوجہد کے مظاہروں اور کیشنوں اور کیشنوں اور اسکیموں کے اعلانات اور کالجوں اور یونیورسٹیوں اور اسکولوں کی بلند باگی کے جب پینتیس برس کے بعد ۱۹۸۱ء میں پہلی مردم شماری ہوئی تو تمام ہندوستان میں خواتین یعنی پڑھے لکھے لوگوں کا خواہ اردو ہو یا انگریزی یا فارسی یا ناگری وغیرہ) انسانوں کا فیصدی اوسط (۳۰۲) پایا گیا۔ وہ انگریزی نظام جو کہ نہایت بلند ہانگ دعوے کے ساتھ ۱۹۳۳ء یا اس کے قریبی زمانہ سے شروع کیا گیا تھا اور اس کے محاسن اور خوبیوں اور انسانی خدمات کے بیش راگ گائے جاتے رہے۔ سو برس سے زائد مدت میں ہندوستان میں خواتین لوگوں کی تعداد فیصدی (۳۰۲) پیدا کر۔ اس سے انگریزوں کی سچائی اور باقی ص ۲۶

ہندوستان کی موافقت بھی کرتے رہے جس کے نتیجے میں ۱۸۳۳ء میں تعلیمی ضروریات انجام دینے اور اس کے پروگرام وغیرہ کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا اجلاس ۱۸ مارچ ۱۸۳۵ء میں منعقد ہوا اور لارڈ میکالے اس کے صدر بنائے گئے۔ کمیٹی اور اس کے صدر نے ہندوستانوں کے لئے تعلیم کا بنی بنائے اور تعلیم کو زیادہ سے زیادہ کرنے کا ضرورت کو تسلیم کیا مگر ہر قدم اور ہر شعبہ میں ایسے امور کو لازم قرار دیا جس سے تعلیم عام ہو سکے نہ ہندوستانوں کو اعلیٰ علوم میں کامیابی ہو سکے اور نہ ان کا کیریئر اعلیٰ درجات حاصل کر سکے نہ ایسی چیزیں اور سوسائٹیں اس میں رکھی گئیں کہ وہ ایک آزاد قوم کے ممبر شمار کے جا سکیں۔

۱۔ تمام فنون و علوم کی تعلیم انگریزی زبان میں لازمی قرار دی گئی۔ ظاہر ہے کہ سات ہزار میل کی وہ زبان جس سے ہندوستانوں کو کوئی مناسبت نہیں جبکہ فنون اور علوم کو حلاوی ہو کر ہندوستانی بچوں کے لئے ذریعہ تعلیم بنائی جائے گی تو ان کے انہوں پر ان فنون میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کس قدر تھیل بوجھ پڑے گا۔ اگر یہ فنون ان کی مادری زبان میں پڑھائے جاتے اور انگریزی زبان بحیثیت زبان ثانوی درجہ پر تعلیم کی جاتی تو ان کو ان فنون میں کس قدر زیادہ اور کس قدر جلد مہارت تہہ حاصل ہوجاتی۔

۲۔ پھر جو فنون داخل درس کئے گئے وہ ایسے اور اتنے ہرگز نہ تھے جن سے وہ ماہر ہو کر صنائع اور ترقیات معاشرہ و حربہ وغیرہ کے ایسے درجوں پر پہنچ سکیں جن پر یورپین اقوام جرمنی، برطانیہ، روس، جاپان وغیرہ پہنچیں۔

۳۔ فضول اور زائد از حالت کتابیں اور فنون ایسے بھردیئے گئے جن میں دماغ کمزور اور بیکار ہوجاتا رہا اور کوئی معتد بہ کمال حاصل نہیں ہوتا تھا۔

۴۔ نصاب میں وہ کتابیں سائنس اور طبیعیات کی داخل کی گئیں جن کی خیالی اور موموم مگر مزین باتیں نوجوانوں کو مذہب اور عقائد دینیہ سے ایک قلم مغرف کر کے لاد مذہب اور بے دین بنا دیں۔

سب سے بڑا مقصد ان مہراں کمیٹی کا یہ رہا کہ انگریز حکام کو اپنے اپنے افسوں میں کھڑک اور ترہمن مہیا ہوجائیں اور انگریزی تہذیب اور انگریزوں کا کلچر ہندوستان میں رائج ہو کر ان کو ہندوستانی اخلاق قدیمہ اور روحانیت و مذہبیت سے دور اور انگریزی اخلاق شیطانی اور ان کی ڈیلو میسیوں سے نزدیک کر دے ان میں دنیا طلبی اور خود غرضی اور نفاق کی ایسی اسپرٹ آجائے جس کی طلبہ در اور تمام یورپین اقوام سے بڑھ کر برطانیہ واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ لارڈ میکالے اور اس کی کمیٹی اپنی تعلیمی اغراض و مقاصد اور ان کی اسکیم کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل کلمات تحریر کرتی ہے۔

"ہمیں ایک ایسی بنامت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کمزوریوں اور عیالیا کے درمیان حترجم ہو اور یہ ایسی بنامت ہونی چاہئے جو ان اور رنگ کے اعتبار سے تو

ملوانی کا دور دورہ ہو گیا۔ چنانچہ ۱۸۳۳ء میں آرنہیل اٹھسٹن اور آرنہیل ایف وارڈن نے ایک منصفہ یادداشت گورنمنٹ میں پیش کی جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"انصاف یہ ہے کہ ہم نے دینیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیئے۔ ہماری توحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کی علمی ترقی کی بہت افزائی کے تمام ذرائع کو ہٹا لیا ہے بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم بھی گم ہوجائے اور پہلے لوگوں کی ذہانت کی پیداوار فراموش ہوجائے گا اندیشہ ہے اس الزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔"

ہم اس سے پہلے لارڈ منٹو وائسرائے ہندی ۱۸۸۸ء والی یادداشت کا اقتباس ذکر کر چکے ہیں جو کہ انہوں نے کورٹ آف ڈائریکٹرز کو بھیجی تھی اور اس میں اقرار کیا تھا کہ علم کا روز بروز زوال ہو رہا ہے ہندو مسلمانوں میں مذہبی تعلیم نہ ہونے سے دروغ خلقی اور جعل سازی کے جرائم بڑھ رہے ہیں اور سفارش کی تھی کہ متعدد کالج قائم کئے جائیں اور تعلیم پر زیادہ روپیہ خرچ کیا جائے۔

ہندوستان کو ہمیشہ غلام رکھنے کی ہوس اور اس کو ہمیشہ لوتے رہنے کی ملعون خواہش کی وجہ سے انگریز ہمیشہ یہی پالیسی رکھتے رہے کہ ہندوستانوں کی ذہانت بالکل برباد کر دی جائے ان میں علمی بیداری پیدا نہ ہونے دی جائے۔ ان کے ہر قسم کے کلمات فکر دینے جائیں اور ان کو غلامی کی بدترین خدمت گزاروں، کاشکاروں وغیرہ ہی میں ہمیشہ جتا رکھا جائے تاکہ ہماری برتری ہمیشہ قائم رہے اور ہم ہندوستان کے اعلیٰ حاکم بنے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جبکہ مسزولبر فورس نے پارلیمنٹ میں اس مضمون کی تجویز پیش کی کہ ہندوستان میں پروٹسٹنٹ مذہب کے عقیدے کی عبادت اور تعلیم کے ذرائع مہیا کئے جائیں اور اس مقصد کے لئے وقتاً فوقتاً پارٹی جیسے جائیں تو مانکن ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان تجویز کی شدت سے مخالفت کی اور کہا کہ۔

"ایک مذہب کے قائم ہوجانے سے انسانوں کے مقاصد تہہ ہوجاتے ہیں اور اگر یہ ہو گیا تو ہندوستان میں انگریزوں کی برتری کا خاتمہ ہوجائے گا۔ لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کا اصول اس انھاریوں صدی میں خلاف مصلحت ہے۔ اگر چند لاکھ عیسائی بھی وہاں ہو گئے تو اس سے سخت مصیب آجائے گی۔ امریکہ میں درس گاہیں اور کالج قائم ہونے کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی طرح جب نوجوان پارٹی اندرون ہند میں پھیلنے لگے تو کمیٹی کے نوائل کا خاتمہ ہوجائے گا۔ جس ہندوستانی کو تعلیم حاصل کرنی ہو وہ انگلستان چلا آئے۔"

(روشن مستقبل ص ۳۵) از تاریخ التعليم مبرہما ص ۱۰۳) تعلیم گاہوں اور علم کا فنا کرنا اور فنا ہوجانا کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا اس لئے مانکن ایسٹ انڈیا کمپنی اور عبدیداران کمیٹی کے ہر قسم کے خلاف کے باوجود آوازیں اٹھتی رہیں اور جیج نکار ہوتی رہی۔ بہت سے منصف مزاج انگریز

ابوالحسن منظور احمد شاہ آسی

شیعہ رسالت کا ایک پروانہ



میں جرم کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے کتاب ”رنگیلار رسول“ کے ناشر راج پال کو قتل کیا ہے

مار کر رونے لگے۔ شاہجی نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کت مرتے ہو لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ آج بزرگتہ میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں اور خدیجہؓ اور عائشہؓ پریشان ہیں۔ ہلا! تمہارے دلوں میں اسماء المؤمنینؓ کی کیا وقعت ہے؟ آج ام المؤمنین عائشہؓ تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ وہی جنہیں رسول اللہ ﷺ حبیہ اکبرہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جنہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کو رحمت کے وقت مسواک چہا کر دی تھی۔ اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ہاموس کی خاطر ہائیں دے دو تو کچھ کم فخری بات نہیں۔ یاد رکھو یہ موت آئے گی تو پیام حیات لے کر آئے گی۔“

(روزنامہ زمیندار، راولپنڈی، ۱۹۷۷ء۔ بحوالہ حیات امیر شریعت ص ۱۰۳)

امیر شریعت کا بیان سن کر مجمع قلوب میں نہ رہا۔ لوگ جنہوں کی صورت میں بلغ میں جاتے مگر قہاروں دیتے۔ شاہجی نے فرمایا ابھی جذبات قابو میں رکھو۔ تقریر ختم ہونے کے بعد شاہجی نے احوال کے دروازہ پر جا کھڑے ہوئے اور عوام کو باہر نکالنے لگے۔ اسے میں ڈپٹی کمشنر بھی آیا جس کا نام ڈی بی او گھوڑی تھا۔ امیر شریعت نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

”او گھوڑی! انوکھے گھرنے نہ رو پلایا۔“

یعنی۔ ”لو گھوڑی! تم نے مشکل گھرانے سے گھری ہے۔“ چنانچہ ڈپٹی کمشنر لاہور نے امیر شریعت کو ۱۰۷ کے تحت گرفتار کر لیا۔ ساتھ ہی خواجہ عبدالرحمن غازی کو گرفتار کر لیا اور ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ شاہ صاحب کی تقریر کے بعد

۲۵

منقذ کیا گیا۔ اس وسیع و عریض ہال میں انسانوں کا ظلم خیز سمندر اٹھ آیا۔ جلسہ چوہدری افضل حق کی زیر صدارت شروع ہوا ڈپٹی کمشنر جلسہ گاہ کے اندر داخل ہو اور اعلان کیا کہ۔

”دفعہ ۱۳۴ کے باعث یہ مجمع خلاف قانون ہے۔ آپ لوگ پانچ منٹ میں منتشر ہو جائیں ورنہ مجھے گولی چلانی پڑے گی۔“

ڈپٹی کمشنر کے اعلان کے بعد خواجہ عبدالرحمن غازی نے قریب جا کر انگریزی میں جواب دیا کہ۔

”ہم ایسے قانون کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں جو ہمیں ہاموس پیچھے کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا۔ تم جو چاہو کرو ہم جلسہ کریں گے۔“

چنانچہ ڈپٹی کمشنر وہاں سے چلا گیا۔ مختلف حضرات نے تقاریر کیں لیکن امیر شریعت کی تقریر نرالی تھی۔ امیر شریعت نے فرمایا۔

”آج ہم سب فخر رسل ﷺ کی ہاموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں بی نوع انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خسرانے میں ہے۔ آج اس طویل اللہ رستی کی ہاموس معرض خطر میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کے دروازے پر ام المؤمنین عائشہؓ اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا کہ۔

”ہم تمہاری ہاموس ہیں۔ کیا ہمیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گھایا دی ہیں؟“

اور سے دیکھو تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ دروازے پر تو کھڑی نہیں؟“

یہ سن کر حاضرین میں کراہ مچ گیا اور مسلمان دھاڑیں مار

آج کل اخبارات میں ”گستاخ رسول“ کی سزا پر لے دے ہو رہی ہے۔ بعض مغرب زدہ اور انسانی حقوق کے ہم نوا علمبردار سزائے موت کو ظلم کہہ رہے ہیں لیکن یہ بات بلوں سے نہیں دلوں سے ہوتی ہے۔ شیعہ رسالت کے پروانے جب گستاخ رسول کو سزا دینا چاہتے ہیں تو وہ کسی قانون یا ضابطے کو نہیں دیکھتے چونکہ یہ عشق کا مسئلہ ہے اور عشق میں عقل و خرد کا دخل نہیں ہوتا نہ ہی کسی قانونی مویشائی کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ عقل دیکھتی رہتی ہے اور عشق آگ میں کود جاتا ہے۔ اس گئے گزروے دور میں بھی ایسے پروانے موجود ہیں جو ہاموس رسالت کا تحفظ جان لے کر یا جان دے کر کرنا جانتے ہیں۔ حکومت چاہے قانون بنائے یا منسوخ (خدا انخواست) کرے ملعون رشدی آج بھی پونے کی طرح تل میں گھسا ہے۔ مغربی طاقتیں جمع ہو کر بھی اس کی حفاظت سے قاصر ہیں لیکن پروانے کا کام تو شیعہ پر جانا ہے ایسے ہی ایک پروانے کا ذکر آج اس محفل میں کروں گا۔

مساہدہ راجپال نے ایک کتاب لکھی جس کا ناشر بھی وہ خود ہی تھا۔ جس میں نبی کریم ﷺ کی ذات باریکات پر اور آپ کی ازواج مطہرات حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہؓ پر رقیق میلے کئے۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی، بلے جلوس اور مظاہرے شروع ہو گئے چنانچہ ۳۷-۳۸ جولائی ۱۹۷۷ء کو دہلی دروازہ کے بلاغ میں مسلمان لاہور نے بلے کا اعلان کیا جس سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا احمد سعید، مولانا مفتی کفایت اللہ، چوہدری افضل حق، خواجہ عبدالرحمن غازی نے تقریر کرنی تھی لیکن ڈپٹی کمشنر مسرتی ڈی کھوسلہ نے ۳۷-۳۸ نافذ کر دیا۔ امیر شریعت کی تجویز پر جلسہ میاں عبدالرحیم کے احوال میں



مولانا عبدالکریم پارکھی بھارت

پردہ اور برقعہ

عورت کے دامن تقدیس کو فرشتوں کی قبا سے زیادہ تقدیس حاصل ہے

تن کے ہوئے اوپر کا جسم سر اور منہ سمیت کھلا رکھ کر بازاروں میں چلت پھرت کرتی ہوئی ہماری بہنیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ حکم شرعی کو دو سروں کی نگاہ میں بے قیمت کرنے کا ایک بھونڈا مظاہرہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہئے۔ سادہ کپڑا ہو یا چادر، برقعہ ہو یا گھونٹ جو شریعت کے منشاء کو پوری کرے اور بس پائی برقعہ کی زینت اور آرائش سے حجاب کا مقصد ہرگز پورا نہیں ہوتا۔

دوسری طرف بعض مسلمان گھرانوں میں پردہ کچھ ایسا سخت قسم کا ہے کہ عورت بغیر ڈولی کے باہر نہیں نکل سکتی۔ بے شک یہ حالت نہیں لیکن تقسیم سے نقل مسلم خواتین کو پر امن علاقوں میں منتقل کرنے کے لئے لے جانے والوں کا بیان ہے کہ مسلم بنوں نے ڈولی طلب کی کہ وہ آج تک باہر پیدل چلنے کا تجربہ نہیں رکھتی ہیں۔ یہ حالت بھی بہت ہی قابل اصلاح ہے۔ پردہ کا یہ مطلب اگر لوگوں نے لے لیا ہے تو یہ ان کا تصور ہوا۔ شریعت کا اپنا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ عورت اس قدر بے چارگی میں عمر گزارے۔

کسی کسی علاقے میں نہایت ہی موٹا کپڑا جو کھلی کی ہم شکل ہوتا ہے عورتیں ہر موسم میں اپنے پورے جسم پر ڈال لیتی ہیں۔ واقعی اس سے شریعت کا منشاء تو پورا ہو گیا۔ قانون حجاب کی پابندی بھی پوری ہوگی لیکن عورت کی صحت خراب ہو جائے گی اور اسے ہوا بھی نہ لگے یہ مقصد شریعت اسلام کا ہرگز نہیں اس کی اصلاح ہونی چاہئے۔

جیسا میں نے اس مضمون میں پہلے عرض کیا تھا کہ صوبہ یو پی میں شریف ہندو گھرانوں کی سو بیٹیاں بازار میں کسی ضرورت کے تحت گزرتی ہیں تو ایک بڑی سفید چادر ڈال لیتی ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے۔ مجھے یہ طریقہ عین اسلام کے احکامات حجاب کو پورا کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ ہاں بعض علاقوں میں مثلاً راجستھان وغیرہ میں عورت ہیٹ کھلا چھوڑ دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے حجاب و پردہ کی اوصوری شکل سامنے آتی ہے۔

مسلم خواتین کو بازار میں بلاوجہ نہ جانا چاہئے۔ ضرورت کے تحت جانا ہو تو قانون حجاب کی پابندی کریں۔ برقعے سادے ہوں، نقاشی کڑھائی اور تزک بھڑک نہ ہو، زینت کو چھپا کر چلنا چاہئے۔ جھنکار کرنے والے زیورات بھی بازاروں میں پہن کر نہ جائیں۔ گو اب اس کا فیشن خردک ہے۔ ایک ہانپا اور شریف عورت کو بازار میں پر لیا مرد تاج کر گھورے اس سے بڑھ کر بے شرمی کی بات ایک ہا عصمت خاتون کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ بازار کے لوگ آپ کو دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بجھانا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو خود ہی ان کی نگاہوں کے قہر سے محفوظ رہنا ہے۔ پس لازم ہے کہ سادہ کپڑے کا حجاب ڈال کر ضرورت کے تحت بازار جائیں۔

پتی ص ۲۵ پر

زینت و آرائش کو بازار کے لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو تو اس میں ایک فطری لطف آئے گا۔ زینت و آرائش کی اصل لذت اپنے شوہر کو دکھانے پر ایک پارسا عورت کو حقیقی مسرت اور انبساط حاصل ہوتا ہے۔ غلام چاہتے ہیں کہ عورت پر اس کے شوہر کا جو حق قائم ہے اس میں وہ بھی شریک ہوں۔ اسی لئے الخادو بے دینی کے دائی عورت کو بے پردہ کرنے پر ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ شرعی حجاب میں زینت و آرائش کو مخفی رکھنا اور باہر نکلتے وقت گریبانوں پر چادریں بچکا لینا یہ ہمارے ملک کے گھونٹ کی شکل سے مناسبت رکھتی ہے۔ گھونٹ یا پردہ برقعہ یا حجاب جلاب ہر وقت اور ہر جگہ ضروری نہیں ہے بلکہ غیر محرم اور محرم میں فرق بتایا گیا ہے۔ محرم رشتہ دار مردوں سے پردہ ضروری نہیں۔ نسوانی زینت و آرائش کو غیر محرم مردوں سے مخفی رکھنے کا نام حجاب شرعی یا پردہ ہے۔ گریبانوں پر جلاب اوڑھنیاں سینہ پر ڈوپٹہ ڈالے رکھنا یا گھونٹ وغیرہ یہ سب شرعی حجاب کے تقاضوں کو پورا کرنے والی چیزیں ہیں پھر بھی اسلام نے پردہ کو ہر وقت اور ہر جگہ ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ غیر محرم اور محرم مردوں میں فرق بتایا ہے۔ محرم رشتہ داروں یا نابالغ لڑکوں سے پردہ کرنا بھی ضروری نہیں۔

اس شرعی حکم پر عمل پیرا ہونے کے لئے مسلمانوں نے مختلف ملکوں میں اپنے حالات کے تحت پردہ و حجاب کے لئے انتظام کیا۔ چونکہ شریعت اپنے دائرہ میں ایک وسیع احاطہ باندھ کر لوگوں کو آزادی دیتی ہے اس لئے یہ حجاب کہیں چادر کی شکل میں رہا کہیں ڈھانپنا کہیں مروجہ برقعہ کی شکل میں چونکہ یہ سب باتیں اسلامی قانون حجاب کے تقاضوں کو پوری کرنے والی تھیں اس لئے علماء نے کبھی ان پر اعتراض نہ کیا۔

لیکن اس وقت بے چارہ برقعہ ہماری بنوں کی بلوانی اور بے دھمائی کا شکار ہے۔ آپ دیکھئے کہ برقعہ کا کپڑا حقیقی اور جاذب نظر ہو تو مقصد حجاب بھلا کیوں پورا ہو؟ پھر برقعہ کی سائلی کڑھائی اس کے نت نئے ڈیزائن بازاروں میں دیکھئے کیا شریعت کے منشاء کو ایسے برقعہ سے پورا کیا جاسکتا ہے؟ اس پر مزید حیرانی اس وقت ہوتی ہے کہ جب برقعہ زیب

بنوں کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف انہیں پردہ کے آداب شرعی سے واقفیت ہو تو دوسری طرف انہیں جاننے والے فتنوں کو بھی وہ سمجھیں۔ بہت سے اسلامی ممالک میں برقعہ کی ہولی جھانے والی مسلمان بنوں نے سر بازار برقعہ تو جھاندا لیکن اس کے ساتھ عفت و حیا کی چادر بھی آگ میں جھونک دیں۔

بے دین لوگوں کے انسانوں میں ہماری بنوں کو پارٹ ادا کرنے سے ابھی رکھوٹ کا انتظام ہونا چاہئے۔ اس لئے حقیقی شرعی حجاب اور روحانی برقعہ کا فرق بھی ہماری بہنیں اچھی طرح سمجھ لیں۔ عورت کو خدا نے جو حسن و تکمیل عطا کیا ہے وہ بازاری لوگوں کی پیاس بجھانے کے لئے نہیں بلکہ اسے ایک ہی شوہر کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ یہ کوئی تاج محل نہیں ہے کہ آرٹسٹ کا مکمل ہر ایک کو دیکھنے کی آزادی ہو۔ بلکہ یہ احسن الخلقین کے دست قدرت کا ایک حسین شاہکار ہے جس کا جو اب اس دنیا میں کہیں اور نہیں۔ اس کی عفت و عصمت اس کے دامن تقدیس کو فرشتوں کی قبا سے زیادہ تقدیس حاصل ہے۔

اسلام کے نزدیک عورت کی عفت و عصمت دامن مریم ہے۔ اسے بازاروں کی زینت نہیں بنایا کہ چار آنے کا ساکن بھی اس وقت تک نہیں بک سکتا جب تک عورت کو آدمی تنگی کر کے نمائی ہوئی نہ دکھادیں۔ اس نقاش کے لوگ اپنی معیشت و روزگار نیز اپنی حیوانی جنسی پیاس کو بجھانے کے لئے عورتوں کو بے نقاب کرنا چاہتے ہوں تو ان کی ہوس کا شکار ہماری اسلامی بنوں کو تو کیا دوسرے مذاہب کی بنوں کو بھی گوارا نہ ہوگا۔ آج کا معاشرہ عورت کو بے پردہ کر کے منہنی شعور اور جنسی تسکین کو قتل از وقت پیدا کرنے کا ٹھیکیدار بنا دیا ہے۔

قرآن مجید نے ملتی کی سو بیٹیوں کے لئے پردہ حجاب کے احکامات جاری فرمائے جو نہایت ہی سادہ اور قابل عمل ہیں۔ مثلاً جب عورت کو باہر جانا ضروری ہو تو جاہلیت کا بناؤ سنگسار کر کے بازار میں نہ لٹے۔

ترجمہ۔ "اپنی چادریں (جلاب) اپنے اوپر جھکا لیا کریں۔" (احزاب: ۵۹)

مولانا عبدالرشید انصاری

اللہ والوں کی صحبت کا اثر

وہ غلاظت میں تھڑکیا لیکن سنت یوسفی پر عمل کر دکھایا

مدنی نے بیٹھے ہوئے لباس والے شاکرد کو اپنے پاس بٹھرایا وہ بات کرنے کی ہمت نہیں پارہا تھا استلو نے حوصلہ دیا اور فرمایا تمہیں کسی نے نہیں دھکا دے دیا کوئی دکھ پہنچا ہے کوئی حادثہ ہو گیا ہے بولو! بیان کرو جو پیش آیا ہے اور آج تم سبق میں آئے بھی دیر سے ہو آئے ہیں یہ تاخیر کیوں ہوئی مولوی صاحب! بولو کیا کسی سے جھگڑا ہو گیا تھا وہ آہستہ آہستہ نہیں کے جا رہا تھا جب استلو کا حکم ہوا تو قبول کرتے ہوئے اس نے ڈرتے ڈرتے کہا 'معاف فرمادیں حضرت! آج دیر ہو گئی' آئندہ وقت پر آؤں گا آج معاف کر دیں۔ معاف کر دیا' حضرت نے فرمایا چلو اب بتاؤ دیر کیوں ہوئی پھر سوال ہوا تو نوجوان کی لڑکھائی زبان سے نکلے والا ایک ایک لفظ سننے والوں کے لئے عبرت و نصیحت کا مرجع بن گیا اس نے بتایا کہ وہ تو سبق پڑھنے کے لئے ٹھیک وقت پر چلا تھا مگر راستے میں ایک گھر سے عورت نے آواز دی مولانا صاحب سنئے! ایک ضروری مسئلہ بتاتے جائیں اگر ہم سے غلطی ہو گئی تو ذمہ دار آپ ہوں گے آپ ہمارے رہبر ہیں! میں رک گیا اس نے کہا کہ نماز روزے کے متعلق ضروری مسئلہ ہے آپ دو روزے پر کڑے اچھے نہیں لگتے اس نے غلام کو آواز دی بیٹھک کارروازہ کھول کر مولانا صاحب کو اندر بٹھاؤ اور کما شکر یہ مولانا صاحب! صرف پانچ منٹ کی بات ہے۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے کہا آگے چلے جائیں اندر سے آواز آئی مولانا صاحب! آگے تھریٹ لے آئیں میں رک گیا تھا وہ خاتون اس کمرے میں آگئی اور غلام سے کہا تم جاؤ تمہارے سامنے کرنے والی بات نہیں ہے خاتون خانہ نے غلام کو چائے بنانے کا حکم دیا میں نے کہا اتنا وقت نہیں ہے میں نے جانا ہے اس نے کہا جانا نہیں ہے ابھی تو آپ آئے ہیں پیلے میرا مسئلہ حل کرو تم لو جو ان ہر دو روزانہ تمہیں یہاں سے گزرتے شوق اور حسرت سے دیکھتی ہوں۔ میں نے کہا جو مسئلہ پوچھنا ہے جلدی پوچھو اگر جواب معلوم ہوا تو بتاؤں گا ورنہ آج اساتذہ سے پوچھ لوں گا وہاں ہی پتانا جاؤں گا میں نظریں نیچے کئے کھڑا تھا اس نے آگے بڑھ کر میرا گریبان پکڑ کر کہا اب نہیں جاسکتے تھم گئے کی کو شش کرو گے تو شور مچا کر اہل عہدہ کو اکٹھا کروں گی جو تے لگواؤں گی اور پھر درست درازی کا الزام لگا کر پولیس کے سپرد کروں گی پھر تمہارے علاوہ تمہارے دارالعلوم اور تمہارے استلو کی

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی تبرہ عالم دین مہلہ دنی کبیل اللہ مسد نشین دعوت و ارشاد حق آگاہ اور ایک بزرگ استی تھے جو بھی طالب حق ان کے سامنے مودب ہو کر بیٹھ جاتا تھا زہد و اللہ خوف خدا نوق عملت اور اجتناب سنت نبوی کا شوق و ولولہ اس کے دل و دماغ میں اس طرح سرایت کر جاتا تھا کہ جیسے خوشبو گلاب کے پھول کی ہر پتی کے وجود میں اپنا گہر بنا کر بیٹھ گئی ہو۔

مولانا حکیم عبد الرحیم ہاندھری فیصل آبادی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں حدیث نبوی کا سبق پڑھا رہے تھے کہ دوران درس آپ نے فرمایا آج کوئی صاحب بڑی عمدہ خوشبو لگا کر سبق پڑھنے آئی ہیں کچھ وقت کے بعد آپ نے اسی بات کا پھر اعادہ کیا اور طلبہ سے پوچھا بھائی کون صاحب ہیں؟ یہ عطر کون سا ہے کہاں سے لیا ہے ہمیں بھی بتایا جائے۔ اب طلبہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور خوشبو رفتہ رفتہ پورے دار الحدیث میں پھیل گئی مگر کوئی بھی اپنی بلند ذوقی کا اعتراف نہیں کر رہا تھا سبق ختم ہوا پھر طالب علم اپنے ساتھی کو سونگھنے لگا کہ اب کی قوت شامہ ایک ایسے طالب علم پر جا کر رک گئی جو آج کئی تاخیر سے دارالحدیث میں داخل ہوا تھا اور سبق میں دیر سے آیا تھا اس کے کپڑے بھی بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ بارش سے گزر کر آیا ہو مگر غمناوش اور افسردہ تھا سوچ میں مستغرق سر جھکائے بیٹھا تھا ایک دو مرتبہ اس نے انکار کیا کہ میں نے کوئی خوشبو نہیں لگائی پھر چپ ہو گیا وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا اپنے ہم سبق ساتھیوں سے ہنسی مذاق کرنے کی بھی اس کی عادت نہیں تھی مگر آج اس کے ساتھ کپڑے بول رہے تھے اور وہ خود مرہب تھا وہ بہت شرمیلا اساتذہ کا احترام کرنے والا صلح نوجوان تھا اس کے چہرے پر واہمی کا نور میدہ گلشن شباب اس کے یکے ذوہوں کے کاغواہ تھا طلبہ اسے اپنے شیخ کے پاس لے آئے حضرت مدنی نے اسے دیکھ کر فرمایا اچھا تو آپ ہیں! جنہوں نے آج شیخ محفل بن کر اپنے ساتھیوں کو پردالوں کی طرح اپنے گرد جمع کر لیا ہے تو بتائیے اس عطار کی دو کھن جہاں سے آپ نے یہ خوشبو خریدی ہے۔ نہیں! نہیں! حضرت! میں تو بہت گندہ ہوں اس کی آواز رک رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے یہ حالت دیکھی تو حضرت مولانا سید حسین احمد

عزت بھی خاک میں مل جائے گی طالب علم کی زبان پھر رک گئی بات نہ کر سکا تو کیا تم پھر دارالعلوم کی اور میری بے عزتی ہونے سے اہل عہدہ کے جوتوں اور پولیس کی سزا سے ڈر گئے؟ اپنے وقت کا محدث اعظم اپنے شاگرد سے کہہ رہا تھا..... مجھے دیکھو! انگریز نے طلب حیت کے جرم میں کیا مجھے نیل میں نہیں ڈالا پولیس کی جھنگڑیوں سے ڈرتے مجھے کبھی دیکھا پھر تم نے کیا کیا؟ جی! حضرت کچھ نہیں! میں ڈر گیا تھا! اس نے جواب دیا۔ دنیا کی بے عزتی اور پولیس کی مارت ڈر گئے آخرت کے عذاب سے ڈر نہیں لگائی پڑھا یہی سیکھا تم نے یہاں ہمارے پاس رہ کر ابھی نہیں کیا مطلب نہیں نہیں کلا اس نے جو اپنا پھرتا شروع کیا میں! میں ڈر گیا تھا اللہ تعالیٰ سے لیکن بھانگے کا کوئی راستہ نہیں تھا اس لئے میں نے اس سے کہا میں ابھی آتا ہوں پہلے مجھے قصائے عادت کے لئے جانا ہے میرے ہیٹ میں گڑبڑ شروع ہو گئی ہے مجھے بیت اللہا بتاؤ اس نے کہا جلدی سے چمت ہر جاؤ! اس دور میں لیٹریں چمت پر بتائی جاتی تھی! اس کی غلام میرے پیچھے پیچھے تھی میں بیت اللہا میں داخل ہو گیا مکان تو بہت اونچا تھا سوچا پھر چھانگ لگاؤں مگر پھر اس کا انتہا یاد آ گیا سوچا کہ بڑی پہلی بھی ٹوٹ جائے گی اور چور چور کہہ کر مجھ کو پکڑو ابھی دسے گی اس لئے بچنے کا ایک ہی مشکل ترین طریقہ رہ گیا تھا اور وہ میں نے کیا! حضرت مدنی نے پوچھا جلدی بتاؤ کیا کیا! اس نے کہا بیت اللہا میں ان لوگوں کی جو غلاظت پڑی تھی وہ ساری میں نے اٹھائی اور قبضہ انار کر اپنے جسم پر لپی اور آکر کہا کہ اب فرمائیے! کیا حکم ہے اس عورت نے میری یہ حالت دیکھ کر اپنی ناک پر کپڑا رکھا اور منہ بھرتے ہوئے مجھے گلایاں دیں اور کہا دفع ہو جاؤ نکل میرے گھر سے تم چکے مولوی ہو! تمہیں کیا پتہ دنیا کیا ہے۔ میں پھر بہت جلدی جلدی چلا! حضرت مدنی نے اپنے شاگرد کی پیشانی کو چوما اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کو ہدایت عطا فرمائے اس نے سچ کہا! تم واقعی چکے مولوی ہو تم نے جو انی میں شیوہ تغیری اختیار کیا اور سنت پر سلی تازہ کر دکھائی مجھے آپ سے یہی امید تھی۔

شیخ شہزاد حضرت سعدی نے سچ فرمایا

صحبت صلح صلح
شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی جیسے شیخ کامل کی صحبت اور دین سے وابستگی نے اس جوان رعنا کو لکھی اور خوف خدا سے لذت آتشا کر دیا تھا! شیطان نے اس کی دولت ایمان پر ڈاکر ڈالنا چاہا لیکن دیوبند کے مدرسہ کے اس طالب علم نے گناہ کی گندگی اور آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے جب کوئی راستہ نہ پایا تو دنیا کی گندی غلاظت سے جسم کو چھپانے اور پھانے کی کو شش کی تو رحمت کے بحر بیکراں میں جوش آگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بدبو کو خوشبو بنا دیا۔ یقیناً ایسے ہی وہ آخرت میں اہل ایمان کی سنیاٹ کو حسنت میں بدل دے گا۔ اور

آج بھی وہ ہمہ اہم کا ایسا پیدا
ہو کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

فرزندان توحید کے نام شہید باری مسجد کا آخری پیغام

اٹھو اٹھو دم رخصت سلام لو میرا
پیام دعوت توحید تمام لو میرا
کہاں ہو ایک خدا کے پکارنے والوں عروس زینت کی زلفیں سنوارنے والوں
دلوں میں عظمت ایسا اتارنے والوں عرسے وجود کی بازی کو ہارنے والوں
یہ ریزہ ریزہ سی اینٹیں پکارتی ہیں تمہیں
مرے لو کی یہ چھینٹیں پکارتی ہیں تمہیں
نظر نظر میں مری یاد کو بسائے ہوئے غرور حلقہ باطل پہ تملائے ہوئے
دلوں میں مشعل عزم و یقین جلائے ہوئے ہر اک پیام نبوت گلے لگائے ہوئے
رسول پاک کی امت کے نونماؤ اٹھو!
اٹھو اٹھو رہ اسلام کے جیالو اٹھو!
نئے مزاج میں اپنے کو ڈھاننا ہے تمہیں سکتی قوم کو غم سے نکالنا ہے تمہیں
اٹھو کند ستاروں پہ ڈالنا ہے تمہیں اٹھو کہ نظم گلستاں سنبھالنا ہے تمہیں
بصد خلوص یہ میرا پیام لے کے اٹھو
جہاں میں دعوت خیر الانام لے کے اٹھو
تمام عالم امکان کو ساتھ لے کے چلو! نبی کا سوز، عتر کی صفات لے کے چلو!
زمین پہ مشعل زاہ نجات لے کے چلو! کلام پاک کا نظم حیات لے کے چلو!
یہ دین ایک امانت ہے سارے عالم کی
تمہیں سپرد امانت ہے سارے عالم کی
مرا لو! مری عالم میں واپسی کے لئے بہار دین محمد کی تازگی کے لئے
پکارتا ہے تمہیں "فرض منصبی" کے لئے اٹھو سفینہ عالم کی رہبری کے لئے
بلالؓ و حیدرؓ و خالدؓ سی ہستیاں بن کر
مناؤ سطوت باطل کو آندھیاں بن کر
وفا کے پھول ہر اک گام پہ بچھاتے چلو تمہارے پاس جو دولت ہے وہ لٹاتے چلو
لو کے دھپ ہر اک موڑ پہ جلاتے چلو جہاں میں نغمہ توحید گنگھلاتے چلو
بھنور میں کشتی ملت ہے ڈگڈگائی ہوئی
پردھو کے سامنے جنت ہے جگمگائی ہوئی
یہ "عشرتیں" یہ "تقافل" یہ مستیاں کب تک؟ رسولؐ و جمل کا یہ سیل بکراں کب تک؟
"عروس زر" پہ مٹیں گی جوانیاں کب تک؟ یہ بات بات پہ آپس میں تلخیاں کب تک؟
یہ آخری ہے مری التجا سلام کے بعد
سکوں حرام ہے اب میرے انہدام کے بعد

نوٹ :- پوری نظم میں ہر جگہ "اٹھو" غیر مشدودی استعمال کیا گیا ہے۔



سے منع کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

”اے مسلمانو! سب مل جل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو یعنی تمہارے اندر کسی قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھالی بھالی بن گئے۔ اور اب کیا ہے ہم اپنے ہنسی کو بھول گئے۔ ہم نے اپنے اندر تفرقہ بازی پیدا کر لی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی تو ہماری ہوا اکثر گئی اور ہم ایک بار پھر انہی پستیوں میں جا گئے۔ ہم نے اپنے راستے الگ الگ متعین کر لئے اور الگ الگ گروہوں میں بٹ گئے اور اپنے اور ایسے عکبرین مسئلہ کر لئے جو دین کی قطعی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ ہمارا اپنا قصور ہے۔ ہم نے اپنے دامن کو خود لگائی ہے اور آج ہمیں اس آگ کو خود ہی بجھانا ہو گا۔ اپنے اخلاق کو خود ہی ستورنا ہو گا جب ہم ایک تھے تو نیک تھے۔ بکھرے تو بگڑے۔ بیگہتی و احمقہ ختم ہو گیا تو عزت دولت اقتدار سب کچھ ختم ہوا۔ جب ہم خود کو مسلمان کی بجائے رومی، عربی، ترکی، ایرانی، ہندوستانی اور انسانی کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگے تو دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب جاتا رہا اور ہم ایک بار پھر انہی پستیوں میں جا گئے جہاں سے نکلے تھے۔ کاش کہ ہم سمجھتے کہ ہم کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر ہم خدائے وحدہ لا شریک کے انکلمات کی بیروی کریں گے تو ہم سب کا ایک ہی مقصد ہو گا۔ دنیا میں بھلائی پھیلانا اور برائی کا قلع قمع کرنا۔ آپے اللہ تعالیٰ سے سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت، عظمت اور طاعت کو پھر سے دوہلا کر دے اور ان سب کو پھر سے ایک اور نیک بنادے (آمین)۔



جب ہمارا خدا، نبی اور دین ایک ہے تو ہم میں دوری کیوں؟ حمیرا سحر نور الحسن

جب ہم ایک تھے نیک تھے، بکھرے تو بگڑے

علامت ان کی نماز باجماعت تھی اور جب مسلمان یہ سبق بھولے تو ان کی ساری عظمت، عزت اور شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ ان سب نے جب اپنی الگ الگ متعین کر لیں تو احمقہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کی ایسی حالت ہو گئی جس کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

فرد قائم رہا ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا نہ نہیں
اس طرح مسلمانوں کا آپس میں جنگ و جدال کرنا اور مذہب کے نام پر فروری اختلافات کو ہمانہ بنا کر امت کو گروہ بندی اور فرقہ سازی میں مبتلا کرنا اور امت کی بیگہتی اور ہم آہنگی کو پارہ پارہ کرنا آخر دین کی تڑپائی کیسے کھلا سکتا ہے جبکہ قرآن مجید فرقان حمید بڑی شدت کے ساتھ ایسی فرقہ بندی

ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہمارا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک ہے تم سب میں کسی قسم کی تفریق نہیں، سب برابر ہیں، اسلام سے نکل افراد قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے، یہ قبیلے ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے، ان میں میل جول رہنے کی بجائے دشمنی اور احمقہ کی بجائے اختلافات تھے۔ ہر قبیلے کے لوگ اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرتے تھے اور ان میں کسی طرح کی بھی یکسانیت نہیں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ ان کی ساری توانائیاں اپنی ہی ہم قوموں کو تباہ و برباد کرنے میں استعمال ہوتی تھیں، ہر قبیلے دوسرے قبیلے سے بے جا ٹکرا کر کے اس پر سبقت ثابت کر کے دوسرے کو اپنا غلام بنا لیتا تھا لیکن جب اسلام کا نور پھیلا تو اسلام نے سب سے پہلے انہیں توحید کا پھولا ہوا سبق یاد دلایا اور بتلایا کہ سب کا مہبود ایک، رسول ایک، مذہب ایک، منزل ایک، راستہ ایک اور قبیلے بھی ایک ہو گیا۔ سب کے دل اسلام کی روشنی سے منور ہوئے تو سب ایک اور نیک ہو گئے۔ اب ان میں نہ کوئی بڑا تھا اور نہ چھوٹا، امیر نہ فریب، آقا نہ غلام، کھانا نہ گورا، عربی نہ عجمی، اعلیٰ نہ اونٹنی، حاکم نہ محکوم، ظالم نہ مظلوم یہ سب کچھ کس لئے تھا۔ صرف اس لئے کہ وہ سب مسلمان تھے۔ ان کا کلر ایک تھا اور وہ اپنے فرائض اسلام کی روشنی میں بہ حسن و خوبی انجام دیتے تھے۔ یہی مساوات تھی کہ عرب کے وہی بدو جو قیصر و کسریٰ کے غلام تھے۔ روم اور ایران کے تخت و تاج کے مالک بن گئے۔ اسی مساوات ایمان داری، سچائی اور احمقہ کی بدولت مسلمان ساری دنیا پر حاوی ہو گئے۔ اسلام نے رنگ و نسل، قبیلہ، ذات، پات، امیر فریب، آقا غلام فرض کر کے ہر قسم کا فرق مٹا کر ان میں بیگہتی پیدا کر دی تھی۔ جس کی

زوال عیسا

ترجمہ۔ سید غلام محی الدین

برطانوی کلیسا بھی شاہی محلات کی طرح بدنام ہو گیا

اپنے کرسمس کے پیغام سے ایک ایسی الجھن پیدا کر دی ہے جسے کرسمس کے موقع پر نصف شب کی دعا سے رہائی بھی دور نہ کر سکے گی۔ بشپ ڈاکٹر ڈیوڈ ہینکس نے اپنے پیغام کہ ولادت مسیح محض ایک قصہ ہے جسے روایت پسند لوگ بیان کرتے آ رہے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے اس طرح کا ہر خیال قابل قبول ہو۔

ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ڈاکٹر ہینکس نے یہ بھی کہا

جیسی بے راہ دوی کی رسوائیوں نے اگر ایک طرف امریکہ کے کیتھولک چرچ کو ہلا کر رکھ دیا ہے تو دوسری طرف برطانوی کلیسا کے اندرونی جھگڑوں نے اسے تاشا ہارنا ہے۔ مذہبی اور دوسرے آہنی تنازعات نے کلیسا میں ایسی دراڑیں پیدا کر دی ہیں جن سے 1943ء میں برطانوی کلیسا بھی شاہی محلات کی طرح بدنام ہو گیا ہے۔

صل ہی کا واقعہ ہے جبکہ ڈرامہ کے آزاد خیال بشپ نے

تحریر۔ قاری عتایت الرحمن رحمانی، خانو خیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

خاندان منسوبہ بندی قتل اولاد کی ایک صورت

بہت بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں کثرت امت کی وجہ سے فخر کروں گا (مشکوٰۃ شریف)

پیدا ہونے والا بچہ اپنا رزق کھوا کر لانا ہے اور اس کے ساتھ اگر کھانے کے لئے ایک پیٹ لگا ہوا ہے تو کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے دو ہاتھ اور بہتر دہائی ملائیں بھی دی ہیں لیکن کفار نے جب بدعتی ہوئی آبادی کو دیکھا تو انہیں اللہ کی ذات پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ایک ہی صل نظر آیا کہ مخلوق میں کمی کی کوشش کی جائے۔ عام نمل مسلمانوں نے بھی اسلام کو خیر باد کہہ کر ان کی تھلید شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہمارے ملک میں بھی جس کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی، اس غیر اسلامی نظریے کی تشریح سرکاری طور پر شروع کر دی جو در حقیقت اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے کیونکہ اس نظریے کی وجہ سے اس کی قدرت کلمہ اور رزاق عالم ہونے میں شک پیدا کیا گیا۔ جب امت مسلمہ نے اس غیر اسلامی نظریے کی تردید کے بجائے رفتہ رفتہ اسے اپنا شروع کر دیا تو حق تعالیٰ نے بھی ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے طرح طرح کی آفتیں نازل کرنا شروع کر دیں۔ آج ملک میں ہونے والے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں، فریب عوام کا بیجا نود بھر گیا ہے۔ روز بروز قتل و غارت گری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن صد افسوس کہ مسلمان عبرت نہیں پکڑتے بلکہ گناہوں پر مزید دلیر ہوتے جا رہے ہیں۔

اس غیر اسلامی نظریے کے دلدادہ لوگوں کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اب تو یورپ میں بھی جب بچے کم ہو گئے اور خاندانی نظام تباہ ہو گیا تو وہ اس قسم کے اشتعال شیع کرنے لگے ہیں کہ بچے قدرت کا تحفہ اور خوبصورت پھول ہیں، ان کی پیدائش کو نہ روکنے لیکن یہاں اسلام کے ہم لیا لوگوں کو محض انہی صلیب کے اور کچھ سمجھ نہیں آتی، حالانکہ شریعت مطہرہ نے مرد اور عورت کی تولیدی صلاحیت کو پاکلیہ ختم کر دینا حرام کہا ہے خصوصاً جبکہ یہ محض معاشی پریشانی کے احساس پر مبنی ہو۔ ان کے لئے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہی کافی ہے۔

”کچھ گمراہ لوگ اللہ کی یقین دہانی پر بھروسہ نہیں رکھتے بلکہ شیطان کے وسوسے پر یقین لے آتے ہیں اور اس شیطان یقین کی بنا پر لوگوں کو دن رات قتل اولاد کا مشورہ دے رہے ہیں۔“

آؤ! ہم تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہو جائیں۔
”لوگو! اپنے اللہ کے وعدے پر یقین رکھو اور گمراہ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔“

ہیں، یہ اور بات ہے کہ انتہاء میں یہ دونوں چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ فقہاء نے اس سلسلہ میں جو اصول بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی حنفیت کو ختم کر دینا حرام اور موجب دیت ہے چاہے اس کا تعلق جماع سے ہو یا تولید سے۔
منسوبہ بندی میں اگرچہ مادہ روح اور زندگی سے خالی ہونا ہے اس لئے اس کا بڑا کر دینا ”اسطلاحی قتل“ کے ذمے میں نہیں آتا، لیکن اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو کچھ مدت گزرنے پر وہی ایک زندہ نفس کی شکل اختیار کر لیتا اس لئے مجال کو ٹوٹا رکھتے ہوئے اس کو بھی نفس کشی کے مترادف سمجھا جائے گا خصوصاً جبکہ یہ سب کچھ محض اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی صفت رزاقیت پر یقین نہیں اور اپنے کام یعنی وساکس رزق کی تلاش کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی کی جا رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
”اپنی اولاد کو منقلی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے۔“ (نہی اسرائیل)
”زینن پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو، کچھ گمراہ لوگ اللہ کی یقین دہانی پر بھروسہ نہیں رکھتے بلکہ شیطان کے وسوسے پر یقین لے آتے ہیں اور اس شیطان یقین کی بنا پر لوگوں کو دن رات قتل اولاد کا مشورہ دے رہے ہیں۔“

لوگو! اپنے اللہ کے وعدے پر یقین رکھو اور گمراہ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔“
لہذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ دنیا میں ہر

شریعت اسلامیہ میں شلوی کا اصل مقصد اولاد کا حصول اور نسل انسانی کی حفاظت ہے اور اس فرض و مقصد کو باطل کرنا شریعتی نقطہ نظر سے جائز نہیں، کیونکہ یہ شریعت کی ان نصوص اور ہدایات کے منافی ہے جو بخیر نسل اور حفاظت نسل کی دعوت دیتی ہیں، اس لئے کہ حفاظت نسل ان پانچ کلیات میں سے ایک ہے جن کی رعایت و حفاظت کا حکم تمام شریعتوں میں آیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔
”بہت بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں کثرت امت کی وجہ سے فخر کروں گا۔“ (مشکوٰۃ)
زمانہ جاہلیت میں قوت تولید کے خاتمہ کے لئے انتہاء کی صورت اختیار کی جاتی تھی جس سے آدمی کے فوطوں کی وہ گولیاں نکالی جاتیں جو جنسی صلاحیت اور جنسی خواہشات کا اصل سرچشمہ ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ سے بعض صحابہ کرام نے اس کی اجازت چاہی تاکہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں لیکن آپ نے سختی سے منع فرمایا۔

انتہاء اور منسوبہ بندی میں فرق کی وجہ سے عموماً یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نس بندی میں تو انتہاء قوت جماع پائی رہتی ہے صرف قوت تولید ختم ہو جاتی ہے اور انتہاء میں نہ شہوت رہتی ہے اور نہ جماع پر قدرت، یہ اعتراض سراسر غلط ہے، اس لئے کہ قوت جماع کا ختم کرنا اور قوت تولید کا ختم کرنا یہ دونوں بجائے خود دو مستقل جرم

عقل اختیار کرنا حیسانوں میں اتھلا پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔
گویا کہ ڈاکٹر کارے کو بھی انجیل میں مذکورہ واقعہ کی انسانی نوعیت قرار دینے سے زیادہ کرسس کے موقع پر ایسے بیان کے دیئے جانے پر اعتراض ہے۔

پچھلے ہفتہ ہشپ ڈاکٹر ہنکسن نے انسان کے ازنی گندکار ہونے اور مسیح کے دوبارہ دنیا میں نزول کے تصورات سے انکار کیا تھا۔ اس سے قبل وہ کافی عرصہ سے اس کا اعلان کرتے آ رہے ہیں کہ کنواری ماں کے ذریعے مسیح کی پیدائش اور قبر سے اٹن کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹنا، دونوں ہی باتیں تاریخی اعتبار سے غلط ہیں۔ لیکن ڈاکٹر ہنکسن نے یہ خیال ظاہر کیا ہے، ڈاکٹر ہنکسن نے جو کچھ کہا ہے نہ تو اس میں کوئی ندرت ہے اور نہ یہ سمجھتے ہیں اس کا کوئی اثر ہونے والا ہے۔

باقی ص ۲۳ پر

ہے کہ انجیل میں مذکور ایک ستارے کا تین بجوسوں کو بیت لحم کا راستہ دکھانا اور اسی طرح کے دوسرے قصے دراصل علاقہ حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے خیال میں حضرت مسیح کی پیدائش کنواری ماں کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ تمام قصے کہانیاں دراصل پچھلی پیشین گوئیوں اور عمد نامہ حقیق کے انسانوں کی صدائے ہلاکت ہیں جنہیں یکساں کے لوہین جہودوں نے اپنے عقائد کا جزو بنا لیا تھا۔

آرچ ہشپ ڈاکٹر جانج کارے نے ذریعہ کے ہشپ ڈاکٹر ہنکسن کی تنقید کرتے ہوئے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ستارہ بیت لحم اور تین بجوسوں کے واقعہ کو انسانی قرار دینے والا بیان بہت خلوت دیا گیا ہے کیونکہ کرسس کا جوش و خروش ان بادشاہوں کو نہ کرنے کا وقت ہے جن کے ذریعہ ہمارے خداوند کا عجیب و غریب طریقہ سے انسانی

ڈاکٹر فضل احمد استاد شعبہ علوم اسلامی کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی

حجیت حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یاد کرو وہ نعمتیں جو اللہ نے تمہیں دیں کتاب اور حکمت نازل کی، وہ تمہیں ان سے نصیحت کرتا ہے

اپنا رسول سمجھتا ہے تو اس کے علاوہ دوسری بات جانز نہیں ہے ہے کہ حکمت سے مراد سنت رسول نہیں ہے۔ (شافعی جلد ۱ ص ۴۵)۔ حکمت کے متعلق علامہ کرام کی ان تصریحات کے بعد احکامات کی توضیح بھی ضروری ہے تاکہ احکامات کا صحیح مفہوم و مصادیق واضح کیا جاسکے اور یہ کہ احکامات رسول ﷺ سے مراد صرف ذات رسول ﷺ کی احکامات نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اہل بیت رسول ﷺ کی احکامات و اتباع بھی اسی طرح لازمی ہے جس طرح آپ کی زندگی میں آپ کی احکامات لازمی تھی۔

چنانچہ ارشاد باری ہے۔

ترجمہ۔ ”آپ کہہ دیجئے حکم باؤ اللہ کا اور رسول کا پھر اگر یہ لوگ اعتراض کریں تو اللہ کا فرود کو پسند نہیں کرتا۔“ (پ ۳ آیت ۳۲)

اس آیت کریمہ میں دو لوگ لفظ میں اللہ اور رسول کی احکامات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی اس سے اعراض کرے گا وہ کافروں میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین میں رسول کی مخالفت کفر ہے (ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۵۸)۔ ایک دوسری جگہ احکامات رسول کا حکم دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ ”اے ایمان والو! اللہ کے رسول اور اپنے ارہاب اقتدار کی احکامات کو اگر تم کسی چیز میں جھجک پڑو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو (فصلہ کرلو) اللہ کی احکامات کو یعنی اس کی کتاب کی اتباع کو اور رسول کی احکامات کو یعنی اس کی سنت پر عمل کرو۔“ (پ ۴ آیت ۵۹)

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب کتاب اللہ کی طرف رجوع اور رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب آپ کی حیات مبارکہ میں آپ سے بذات خود فیصلے کرانے کا ہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا (ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۵۱۳)۔

صرف یہی نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی احکامات کا مطلقاً حکم دیا ہے بلکہ ان کے تمام فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا حکم بھی دیا ہے وہ بھی اس حالت میں کہ تمہارے دلوں کے اندر اس فیصلے سے

لفظ سنت اور حدیث کی اس تحقیق کو پیش کرنے کے بعد حجیت حدیث قرآن کریم کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔ یہاں قرآن کریم کی چند ایسی آیات پیش کی جائیں گی جو سنت اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی حجیت ہونے پر صراحت دلالت کرتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ ”بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جو ان میں انہی میں سے رسول بھیجا وہ ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے (یعنی شرک وغیرہ سے) اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔“ (پ ۳ آیت ۶۴)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ ”اور تم یاد کرو وہ نعمتیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں اور تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہیں وہ تمہیں ان سے نصیحت کرتا ہے۔“ (پ ۲ آیت ۲۳)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ ”ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے۔ اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔“ (پ ۲ آیت ۵۱)

ان تمام آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب و حکمت کو ایک ہی جگہ یکجا کر دیا ہے۔ کتاب کا لفظ تو صریح البتہ لفظ حکمت قائل تفسیر ہے۔ علامہ کرام اس کی تفسیر سنت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن کثیر کہتے ہیں۔

الحکمة ہی السنہ (ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۸۴) حکمت سنت کو کہتے ہیں۔ شوکانی کا بھی یہی خیال ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہی ہے (شوکانی جلد ۱ ص ۴۳) ابن تیمیہ حکمت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حکمت سے پہلے الف مراد سنت ہی ہے (ابن تیمیہ ص ۹۴)۔ امام محمد بن ادریس شافعی نے اپنی کتاب الرسائل میں اس موضوع پر ان آیات کے بعد بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور اس کے ساتھ حکمت کا ذکر بھی کیا ہے۔ میں نے مستند علماء قرآن سے سنا ہے کہ حکمت سے مراد سنت رسول ہے اور علامہ کی یہ بات کلام الہی کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن میں کتاب کے بعد حکمت کا ذکر بطور عطف ذکر کیا گیا ہے اور اللہ ﷻ نے ایمان وادایا ہے کہ اس نے کتاب و حکمت دونوں کی تعلیم دینے کے لئے

اس مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے حدیث و سنت کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کرنا ضروری ہے۔

حدیث کا لفظ ”خبر“ ”خبر“ ”خبر“ کے ساتھ ہے جس کا اصل مضارع محدث ہے اس کا وزن نصر مضر ہے۔

محمد انصاری کہتے ہیں کہ حدیث کی لغت میں یہ ہے ”الحديث في اللغة الكلام الذي يصد من المتكلم۔ (التعريف بالقرآن والحديث ص ۱۹۵) یعنی حدیث لغت میں اس بات کو کہتے ہیں جو منکلم سے صادر ہوتی ہے۔ حدیث کا استعمال قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فیما ہی حدیث بعدہ ابو منون یعنی پھر قرآن کے بعد کون سی چیز پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اسے اسی معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا۔

ترجمہ۔ ”اے ابو ہریرہ بے شک میرا ایمان یہی تھا کہ کوئی شخص تم سے پہلے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں نہ پوچھے گا کیونکہ تمہاری حدیث کی رغبت کو میں جانتا تھا۔“

اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے ارشاد کو لفظ حدیث سے بیان فرمایا ہے۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ طبری کہتے ہیں۔

هو قول رسول الله صلى الله عليه وسلم و فعله و تقريره حنى في الحركات و السكناات و في اليفظة و المعناه (نخبة الفکر ص ۴)

یعنی اصطلاح میں حدیث آپ کے قول، فعل، تقریر اور صفات حتیٰ کہ ان تمام کاموں کو کہتے ہیں جو آپ نے بیداری یا نیند کی حالت میں سر انجام دیئے ہوں۔ گویا اس تعریف میں نبی کریم ﷺ کے بیداری کے افعال و اقوال کے علاوہ آپ کے رویا اور خواب بھی حدیث میں شامل ہیں۔

یعنی سنت حضور ﷺ سے مقول آپ کے ہر قول، فعل، تقریر آپ کی جسمانی صفت یا انفرادی کیفیت یا سیرت و صفت ”نواوہ بعثت سے پہلے کی ہو یا بعد کی“ کو کہتے ہیں۔ اس اصطلاحی تعریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنت حدیث کی مترادف ہے جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے۔ ہمارے موضوع بحث کے لحاظ سے ہماری مراد اور مقصود بھی یہی تعریف ہے۔

متعلق ذرا بھی کدورت ہائی نہ رہ جائے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ "ہم ہے آپ کے رب کی یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو آپس کے جھگڑوں میں منصف اور علم نہ جان لیں اور پھر اپنے دل میں آپ کے فیصلے سے سختی و ناراضگی محسوس نہ کریں اور اسے خوشی سے قبول کر لیں۔" (پ ۳ آیت ۶۵)

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی ایسے شخص کے لئے جو کہ توحید کا اقرار کرتا ہے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ نزاع اور جھگڑے کے وقت قرآن کریم یا احادیث نبویہ کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع کرے۔

مندرجہ بالا تصریحات 'دلائل مغلکہ' اور 'براہین قاطعہ' اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح کا انحصار صرف اور صرف اطاعت رسول اور اطاعت احادیث رسول ہی ہے اس کے برعکس ضرر و عظیم اور خسران مبین ہے۔

حجیت حدیث کے موضوع میں یہ بیان کرنا انتہائی ضروری ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی آیات کی سب سے پہلی شارح اور مفسر حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔ لہذا ان کی حجیت کو تسلیم کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو قرآن کریم کو سمجھنا محال ہے اور بہت سی آیات بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔ جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بالکل مجمل دیا ہے۔

یعنی "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔" (پ ۲ آیت ۴۳) یہ ایک اصولی اور اجماعی حکم ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیلات کا کسب ذکر نہیں۔ مثلاً نمازوں کی رکعات کی تعداد، ترتیب، کیفیت وغیرہ اور زکوٰۃ کن کن چیزوں پر واجب ہے اس کا نصاب کیا ہے ان تفصیلات کا حکم ہمیں صرف اور صرف احادیث نبویہ ہی سے ملتا ہے۔ یہ تفصیلات بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں۔ علماء اسے وہی حکمی کا نام دیتے ہیں اور اسے حجیت تسلیم کرتے ہیں۔ وہی حکمی سے مراد وہ احکام ہیں جو کہ قرآن کریم کی صورت میں آپ پر نازل نہیں کئے گئے لیکن ان کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف سے آپ کو دیا گیا جیسے کہ نمازوں کے اوقات اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر آپ تک پہنچائے چنانچہ جبریل پہلے روز نماز کے پہلے وقت اور دوسرے روز نماز کے آخری وقت میں تشریف لائے اور فرماتے کہ اس نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے شارح قرآن مقرر فرمایا ہے لہذا ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ۔ "اور ہم نے اناری تم پر یادداشت (قرآن) کہ آپ کھول کر بیان کریں وہ چیز جو ان کے واسطے نازل کی گئی تاکہ وہ غور کریں۔" (پ ۲ آیت ۴۳)

آیت کریمہ۔ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے

قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح فرمائی ہے وہ ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہے۔ اور یہی احادیث رسول ہیں۔

مندرجہ بالا بحث حجیت حدیث اور اطاعت رسول ﷺ کے متعلق ہے جس طرح اطاعت رسول فرض ہے اسی طرح اتباع رسول کے بغیر ایمان بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ اتباع کی تعریف میں ابن منظور کہتے ہیں کہ۔

الاتباع ابن بيسير الرجل وانست نسبير وراءه۔" (لسان العرب لابن منظور فصل التناهي في باب العين)

یعنی۔ "اتباع کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص آگے آگے چل رہا ہو اور تم اس کے پیچھے اس کی اتباع میں چلو۔"

اس طرح لفظ اتباع کی بحث میں کہتے ہیں کہ متابعت کبھی کسی کے قول کی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے فعل کی۔ کسی کے قول کی اتباع کا معنی یہ ہے کہ اپنے متبوع کی اس طرح قربانیاں دی جائے جس طرح اس کے قول کا اقتضا ہو اور کسی کے فعل کی اتباع کا معنی یہ ہے کہ اس فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کہ وہ

کرتا ہے (اللہ ہی ابوالحسن الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۸۹)۔ لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہم حضور کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جیسا کہ ان اقوال کا اقتضا اور فضا ہے اور آپ کے افعال و سنن اسی طرح ادا کریں جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ادا فرمائے۔ اور اس لئے ادا کریں کہ ہمارے محبوب نے ادا فرمائے۔ اس اتباع کا حکم دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ "آپ فرلو جیسے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ خود تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں۔" (پ ۳ آیت ۳۱)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اتباع و اطاعت رسول ﷺ کے بغیر دعویٰ ایمان ناقص اعتبار ہے۔

آیات قرآنیہ سے حجیت حدیث کو ثابت کرنے کے بعد اب ان احادیث نبویہ میں سے چند احادیث پیش کی جائیں گی جو کہ حجیت حدیث پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یعنی۔ "میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں تم ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔" (حاکم محمد عبد اللہ مستدرک ج ۱ ص ۹۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"کتاب اللہ و سنتی یعنی اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑو رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔"

ایک روایت میں امام زواہی حضرت حسن بن علیہ سے

نقل کرتے ہیں۔

یعنی۔ "حضرت جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس سنت (حدیث) لے کر اسی طرح آتے تھے جس طرح قرآن کریم لے کر آتے تھے۔"

(الدارمی عبد اللہ عبد الرحمن سنن الدارمی باب السنۃ اللغزبہ علی الکتاب ص ۷۷)

ایک اور مرتبہ حضور ﷺ نے اپنی محبت کو اپنی سنت کی محبت کے ساتھ مشروط قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یعنی۔ "جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔" (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹)

لہذا اگر کوئی آپ کی محبت کا عودا رہے تو اسے آپ کی سنت سے محبت کرنی ہی ہوگی اور اس کا مقام جنت ہے۔

اس طویل بحث کا معاملہ یہی ہے کہ حدیث کی حجیت کو تسلیم کئے بغیر اسلام نامکمل ہے۔ قرآن کو سمجھنا ناممکن ہے۔ اور اس کے بغیر احکام اسلام غیر معلوم ہو جاتے ہیں۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کرنے والوں کے متعلق جو وعیدیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں ذکر کی جا رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ "اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ مکمل پہنچی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ذالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔" (پ ۵ آیت ۸۵)

مذکورہ فریضہ الہی میں حق تعالیٰ سبحانہ نے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی سزا اور عذاب کا اعلان فرمایا ہے کہ جو رحمت و عالم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کے ارشادات و فرمودات کو نہیں ملتے۔ ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے لئے بھی عذاب جہنم کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کے راستے کو ترک کر کے کسی دوسرے راستے کو

اپناتے ہیں اسی سبب کی بنا پر علماء کرام و مجتہدین عظام نے اس آیت کو حجیت اتباع کی سند کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ علماء کرام کا اس پر بھی اتباع ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت آپ کی احادیث کو حجیت تسلیم کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور آپ کی مخالفت مکمل ہے۔ اسی طرح آپ کی سنت اور حدیث کا بھی یہی حکم ہے۔

مذکورہ بالا دلائل واضح اور براہین قاطعہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قرآن اور حدیث دین اسلام کی عمارت کے دو اہم ستون ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار دوسرے کے انکار کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا منکر ہونا عقاب و بدعت کافر ہے۔

تحریر۔ محمد اقبال عمران، حیدرآباد

مسح موعود کی حقیقت

قسم اللہ کی ضرورتیں کے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر

پہچان لینا وہ ایک سیانہ قد آدمی ہیں۔ رنگ مائل بصری و سپیدی ہے۔ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے۔ گویا اب ان سے پانی چھینے والا ہے حالانکہ وہ جھپکے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو پاش پاش کریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ ختم کریں گے اور اللہ ان کے زمانے میں تمام ملتوں کو منادے گا اور وہ مسیح و جہل کو ہلاک کریں گے اور زمین میں وہ پچاس سال ٹھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔" (باب خرون دجل مند احمد)

حضرت نواس بن مصلح کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ۔

"دجل شام اور عراق کے درمیان کسی درہ سے نکلے گا اور دامن بامیں ہر طرف شروفسلہ پر بارے گا اور پچاس دن تک زمین پر رہے گا پسلان ایک سال کا ہوگا جس میں پورے ایک سال کی نمازیں پڑھنی ہوں گی اور دو مردان ایک مینہ کا اور تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ عجیب و غریب شعبہ بازیوں دکھانا پھرے گا۔ گلہ بل و زر اس کے پیچھے چل پڑیں گے جو اس پر ایمان لائے گا وہ خوشحال رہے گا اور جو اس کی بات نہیں مانے گا وہ مصائب و آفات کا نشانہ ہوگا۔ ایک آدمی کو وہ قتل بھی کرے گا۔ اس اثنا میں حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار کے (مذبح نماز کے وقت کمانی المستدرک ج ۳ ص ۳۸۸) قتل (سج) نازل ہوں گے اور دو زعفرانی رنگ کے کپڑے لوٹھے ہوئے ہوں گے۔ حتیٰ کہ دجل لعین کو باب لد (دانش) رہے کہ نہ فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی لڑو بنا رکھا ہے) میں قتل کریں گے (مسلم ج ۲)۔"

(باب فی قتله الدجل ابن ماجہ) حضرت نواس بن مصلح روایت کرتے ہیں کہ اسی اثنا میں دجل یہ کچھ کر رہا ہوگا اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے۔ دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکا کریں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کا فرقہ چھینے کی لورہ ان کی حد نظر تک جاسے گی وہ زندہ نہ رہے گا پھر ابن مریم دجل کا پچھتا کریں گے اور لد کے دروازے پر است جا چکیں گے اور قتل کریں گے۔

حضرت ابو امامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجل کا ذکر کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ میں اس وقت جب مسلمانوں کا امام مسیح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ عیسیٰ بن مریم وہاں اتر آئیں گے۔ امام پیچھے ہٹنے کا حکم عیسیٰ آگے بڑھیں۔ مگر عیسیٰ اس کے شانوں کے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں مری جان ہے ضرورت اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کرے۔ پھر صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کریں گے۔"

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مسلم بیان نزول عیسیٰ) صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ) کو صلیب پر موت دی، جس سے وہ انسانوں کے گناہ کا کفارہ بن گیا اور انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی۔ حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر دیا۔ جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ آکر خود اعلان کریں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں نہ نہ میں نے صلیب پر جان دی نہ نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا۔ تو عیسائی عقیدے کے لئے سرے سے کوئی بنیادی بات نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لئے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزار ٹھہرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

دوسری روایت میں حرب کی بجائے جزیہ کا لفظ ہے۔ یعنی جزیہ ختم کریں گے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ملت اسلام میں شامل ہو جائیں گے، اس طرح نہ جنگ ہوگی نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میرے اور ان (عیسیٰ) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو

نبی نبوت کی طرف بلائے والے حضرت عام طور پر بوائف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں "مسح موعود" کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

اسی سلسلہ میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود سے مراد عیسیٰ بن مریم نہیں، ان کا انتقال ہو چکا۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیل مسیح یعنی حضرت عیسیٰ کی مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آپ کا ہے۔ اس کا نام عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔

"مسح موعود" کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پہلایا گیا ہے، وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اس جعل سازی کا سب سے زیادہ منظم خیز پیلو ہے کہ جو جعل ساز اور پانگل اپنے آپ کو ان کمیشن گویوں کا مصداق قرار دیتا ہے اس نے خود عیسیٰ بن مریم بننے کے لئے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے۔

"اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں نے اپنے پرورش پائی۔ پھر..... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ پر لٹنے کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حائل ٹھہرایا گیا۔ آخر کئی مینہ بند جو دس مینے سے زیادہ نہیں بذرید اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے گنگ مریم سے عیسیٰ بنا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا" (مکتبی نوح ص ۷۷-۷۸)

یعنی پہلے مریم بنے پھر خود ہی حائل ہوئے پھر اپنے ہیبت سے عیسیٰ ابن مریم بن کر تولد ہوئے۔ اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہاں پورے حوالوں کے ساتھ مستند روایات نقل کی جاتی ہیں، جو اس مسئلہ کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بتایا جا رہا ہے۔

سے ایک عالم کی حیثیت سے کام کریں گے۔" (ص ۲۲)
امام رازی فرماتے ہیں۔

"انبیاء کا دور محمد ﷺ کی بعثت تک قلم جب آپ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ کے تلخ ہوں گے۔"

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۴۳)

اعادیت ایک طرف تصریح کرتی ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ دوسری طرف وہ خود جی ہیں کہ عیسیٰ بن مریم دوبارہ نازل ہوں گے ان کی یہ آمد ثانی منصب نبوت کے فرائض انجام دینے کے لئے نہ ہوگی۔ ان کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد ﷺ خود ان کی اس نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسیٰ بن مریم کی سابقہ نبوت ہی پر ایمان رکھیں گے جس طرح آج رکھتے ہیں۔ یہ چیز نہ آج ختم نبوت کے خلاف ہے نہ اس وقت ہوگی۔

آخری بات جو ان اعادیت سے اور بکثرت دوسری اعادیت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہ ہے کہ وہ جہاں جس کے قدر عظیم کا استعمال کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جائے گا۔ وہ یورپوں میں سے ہوگا اور خود کو مسیح کی حیثیت سے پیش کرے گا۔

اس مسیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مشیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصل مسیح کو نازل فرمائے گا جسے وہ ہزار برس پہلے یورپوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چما کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی۔

"واضح ہو کہ دمشق کی تعبیر میں میرے پر منجاب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلیدی کی عداوت اور خیانت کے پیرو ہیں۔ یہ قصبہ قادیان بود اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔"

(عاشیہ۔ ازالہ ابہام ص ۳۰ تا ۳۱)

اعادیت کی رو سے تو عیسیٰ نے دجال کو لہ کے دروازے پر دجال کو قتل کرنا ہے۔ اس کو عمل کرنے کے لئے اس باگل شخص نے طرح طرح کی ٹوکلیں کیں لیکن بات نہ بنی تو کہہ دیا کہ لہ سے مراد لہ حیان ہے اور اس کے دروازے پر دجال کے قتل سے مراد یہ ہے کہ اشرار کی مخالفت کے باوجود سب سے پہلے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ (المدنی ص ۱۹) بعض صحابہ کرام جن سے اعادیت نزول عیسیٰ مروی ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ بلقی ص ۲۳

اللہ ﷺ نے فرمایا۔
"میری امت میں عیسا ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں۔"

حضرت عائشہ (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں۔
"پھر عیسیٰ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد عیسیٰ چالیس تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔" (مسند احمد)
حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔

"عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے پھر شہادی کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (دنیائیں) رہیں گے پھر وہ وفات پائیں گے۔ پھر مرے ساتھ (یعنی پاس) مرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ بن مریم "ابلی بکر" اور مژ کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔"

روایت کیا اس کو ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں۔

(مشکوٰۃ شریف)
ملاحظہ کیجئے اعادیت میں کسی مسیح موعود، مشیل مسیح یا ہرز مسیح کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ نہ ان میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے اور کسی فیہ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کرے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جس کے آنے کی سیدنا محمد ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں جس عیسیٰ کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں وہ اب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

ان کا نزول ہی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وہی نازل ہوگی۔ نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیام یا نئے احکام لائیں گے۔ نہ وہ شریعت محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے۔ نہ ان کو تجدد دین کے لئے دنیا میں لایا جائے گا۔ نہ وہ دنیا کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے۔ نہ وہ اپنے ماننے والوں کے لئے ایک الگ امت بنائیں گے۔ وہ صرف ایک کار خاص کے لئے بھیجے جائیں گے اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے نقتے کا استعمال کریں۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

"عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے۔ بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے۔ مگر وہ اپنی پہلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں مفسوخ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت محمدی کی پیروی کے مکلف ہوں گے۔ ان پر نہ وہی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ کی امت میں ملت محمدیہ کے حاکموں میں

درمیان ہاتھ رکھ کر میں کے کہ میں۔ تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ امارے لئے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ کہیں گے کہ دروازہ کھولو چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر وہاں ۷۰ ہزار مسلح یودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جو عیسیٰ پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح ٹھٹھنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ کہیں گے مرے پاس ترے لئے ایک ایسی ضرب ہے۔ جس سے توجیح کر نہ جائے گا پھر وہ اسے لہ کے مشرقی دروازے پر چالیس گے اور اللہ یودیوں کو ہر ادے گا اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے۔ سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔"

(ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال)

عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔

"اور عیسیٰ بن مریم پھر کی نماز کے وقت اتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا میران سے کہے گا کہ اے روح اللہ آپ نماز پڑھائیے وہ جواب دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا میران آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰ اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پھٹکے گا جیسے سیسہ پگھلا ہے۔ عیسیٰ اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی ٹکٹک کھا کر بھاگیں گے مگر کہیں انہیں چھینے کو جگہ نہ ملے گی۔ حتیٰ کہ درخت پکاریں گے اے مومن یہ کافر ہیں موجود ہے اور پھر پکاریں گے اے مومن۔ کافر ہیں موجود ہے۔"

حضرت حذیفہ بن اسید المصنفی ۳۲ھ فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اسنے میں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا تم کس بحث میں مشغول تھے۔ ہم نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک اس سے قبل دس علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔

۱۔ مشرق میں زمین کا ایک فلدہ دھسا دیا جائے گا۔

۲۔ اور اسی طرح ایک حصہ مغرب میں۔

۳۔ اور ایک جزیرہ العرب میں۔

۴۔ اور ایک قسم کا عالمگیر دھماکا نکلے گا۔

۵۔ دجال۔

۶۔ دابة الارض۔

۷۔ یا عروج فلوج کا خروج ہوگا۔

۸۔ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

۹۔ حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا۔

۱۰۔ سب سے آخر میں ایک زبردست آگ یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو باجی ہوئی عسکری طرف لے جائے گی۔"

(مسلم ص ۲)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول

مولانا عبد اللطیف مسعود ڈسک

شہادتِ آسمانی بر کذبِ قادیانی

مرزا قادیانی کی تمام تاریخ پھیرا اور دجل و فریب سے معمور و لبریز ہے

قادیانیت کی حقیقت اور فیصلہ کن بحث
قال اللہ و من آياته الليل والنهار والشمس والقمر۔

ترجمہ۔ خدا کی قدرت کلمہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔

۱۔ عالا لاثوۃ والساوون یا اس عالم رنگ و بو میں حق و صداقت کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے بڑے بڑے شاعر، میاں اور فنکار آتے رہے جنہوں نے خلق خدا کو نور ہدایت سے روکنے اور برگشتہ کرنے کے لئے نہایت پر فریب پیکر چلائے جسم جسم کے اور رنگ رنگ کے جتن کے محران میں مثیل و جلی، سرخیل کذابین، سرتاج طہرین قدوۃ المؤمنین، امام المفسرین، بیکر دجل و فریب، کس عرازیں، خلف سیلہ و مسی جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔ خاتم رازۃ، مظاہر علیہ ماعلی اسلاف من المصلطین والمطہرین الی یوم القرار کا مقام اور شان زلا اور نہایت امتیازی حیثیت رکھتا ہے آنجناب کی ساری ہیرت اور تاریخ عجیب جسم کی رنگینیوں اور پورا عجیبوں سے مزین و معمور ہے۔ آپ کاظم و جمل بہرہ جسم کے تشاد و تاقص سے معمور و مرصع ہے۔ آپ (مرزا) کی تقریر و تحریر شکل طور پر محروم و فریب اور کذب و دل سے لبریز ہے۔ آنجناب صفت کس و مختلف کے ماہر اور مسلم امام ہیں۔ ایک سلسلہ حقیقت کی تکذیب و تردید اور ایک نئے شہہ کذب و باطل کو منظر حقیقت بنا کر پیش کر دینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کرب ہے۔

آنجناب پہلے ایک نظریہ کو دلائل نقلیہ (قرآن و حدیث) اور عقلیہ سے ثابت کر کے دلائل کی دنیا میں تھمکے چھاریں گے مگر کچھ مدت کے بعد ان تمام دلائل کو بے وقعت قرار دے کر اس نظریہ کی سمت مخالف کو دولت دلائل سے ملامت کر کے اپنے بیروہ و مرشد اہلس کو بھی درط حیرت میں ڈال دیں گے۔ حتیٰ کہ لغت و محاورہ میں بھی خود تہذیبی سے فحاش و ندامت محسوس نہ کریں گے۔ آنجناب (مرزا) کی پوری حیات پٹاپٹا اور اسی قسم کے جوڑ جوڑ اور ہیرا پھیری میں گزری آپ (مرزا) نے قدم قدم پر استے و عوسے اور اعلان کئے ہیں کہ انہیں خود بھی لکن کی اور قباآن و مخالف پیش نظر نہ رہتا تھا۔ ایک ایک دعویٰ اور نظریہ کو

چار چار پانچ پانچ طور پر پیش کرنا آپ (مرزا) کا نام و طیرہ اور معمول تھا۔ جس کے نتیجے میں آپ (مرزا) کی تحریرات کتب و رسائل کی حالت یہ ہو گئی کہ جو شخص جو بھی دعویٰ ثابت کرنا چاہے وہ اس کے حق میں آپ کی متعدد تائیدات پیش کر سکتا ہے مثلاً اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت فرمایا تو وہ اس کی تائید میں بیسیوں حوالہ جات پیش کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا دعویٰ یہ کہنے لگے کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ہرگز نہیں فرمایا بلکہ وہ تو مدعی نبوت کو کافر کہتے ہیں تو یہ شخص بھی اپنی تائید میں درجنوں حوالہ جات کتب مرزا سے پیش کر سکتا ہے جیسا کہ ابوری مرزا نیوں کی کتاب فتح حق اور قادیانوں کی غلبہ حق اس کا منہ بولا ثبوت ہے۔ اسی طرح دعویٰ مسیحیت اور دیگر دعویوں کا معاملہ سمجھ لیجئے۔ گو یہ کہ کتب مرزا اداری کی بنیادیں ہیں ان میں سے مرض کی ہر چیز نکالی جاسکتی ہے۔

مرزا صاحب کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ آپ ہر منصب و مقام کے متعلق دعویٰ کر دیتے تھے۔ مذہب عالم میں آئندہ زمانہ میں جس کسی شخصیت کے تصور و آمد کا تذکرہ سنتے ہیں اسی وقت پر فریب اور لہجہ جسم کی کلمات سے اپنی ذات کو اس چھانچہ میں فٹ کرنے کی اہمک کو شش شروع کر دیتے جیسے ہندوؤں میں اگر کسی کرشن کے آنے کی بات سن لی تو دعویٰ کر دیا کہ میں ہی وہ کرشن ہوں جس کے تم منتظر ہو۔

اگر کسی طبقہ میں کسی خاص مہدی کے آنے کی خبر مذکور ہے تو فوراً دعویٰ داغ دیا کہ میں ہی وہ مہدی ہوں۔ اگر بد مذہب میں کسی ہستی کے آنے کی خبر سن لی تو فوراً کہہ دیا وہ تو میں ہی ہوں۔ عیسائیوں میں آمد مسیح کا سنا تو وہی دعویٰ کر دیا۔ اگر اہل اسلام میں یہ سنا کہ ان کے عقیدہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی خبر مذکور ہے تو آنجناب نے بھی اچھ بچ کر کے اس مقام پر براہین ہونے کی تک وہ شروع کر دی۔ اگر سنا کہ اہل اسلام میں مہدیین کے تصور کا تصور موجود اور مسلم ہے تو فوراً مہدویت کا دعویٰ داغ دیا کہ میں بھی مہدی ہوں۔ فرشیہ آنجناب علیہ ماعلی کسی بھی قدم پر پیچھے رہنا یا خاموش رہنا اپنی توہین اور کرشن سمجھتے ہوئے فوراً مضطرب اور تھملا اٹھتے ہیں اور یہ بات بھی نہایت توجہ

طلب ہے کہ آپ (مرزا) اس دعویٰ کا مصداق بننے کے لئے نہایت چاہکدستی اور میاں ان طریقے سے مٹھ خیز کلمات اور دلائل بھی پیش کرتے ہیں چنانچہ آپ کے درجنوں دعویوں میں سے ایک مہدی ہونے کا بھی دعویٰ ہے کہ احادیث نبویہ میں جس مہدی کے آنے کی اطلاع اور خبر ہے اس کا مصداق میں ہی ہوں دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں آنجناب کا یہ نظریہ بھی ہے کہ مہدی اور مسیح موجود ایک ہی شخصیت ہیں، وہ نہیں۔ بلکہ کتب احادیث میں دونوں کے لئے الگ الگ باب منقذ کئے گئے ہیں مگر آنجناب کو اس نظریہ کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ آپ کے ولی نعمت اور سرپرست انگریز کو اس سے قبل ایک مہدی (مہدی سوڈانی) سے سہانہ پڑ چکا تھا جس نے انگریز کے مدت تک وادت کئے تھے لہذا وہ قوم دعویٰ مہدویت سے کچھ خائف اور الٹک تھے اس لئے ان کے اس خود کاشت پورے اور تک حلال گماننے نے مستقل طور پر اس دعویٰ سے احتراز و اجتناب ہی کیا مگر اسے باطل ترک کرنا بھی گوارا نہ کیا لہذا اس نے اس دعویٰ کو دعویٰ مسیحیت میں مدغم کر دیا کیونکہ ایک ضعیف انسان اور ناقص جہت روایت میں الفاظ لا مہلتی الا عبسسی بھی وارد ہوتے ہیں لیکن جملہ برادران اسلام خوب یاد رکھیں کہ احادیث میں مہدی کی علامات الگ بیان کی گئی ہیں اور عیسیٰ بن مریم کی الگ اور اوہر جناب مرزا قادیانی کسی بھی قسم کی علامات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مثلاً مسیح ہیں تو وہ بیٹا ہو کر نہیں بلکہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ اگر سلطنت کے مالک بن کر دین اسلام کو دنیا میں غالب کریں گے۔ پھر تمام خلق خدا صحیح عقائد اور صالح اعمال پر عدل و انصاف اور امن و سکون کی فضا میں زندگی گزاریں گے۔ سوائے اسلام کے کوئی بھی نظریہ اور مذہب باقی نہ رہے گا۔ نہ عیسائیوں کی صلیب پرستی، نہ ہندوؤں کی مظاہرہ پرستی۔ متعدد احادیث میں حضرت مسیح کے زوالی علامات اور آپ (مرزا) کے زمانہ کے حالات تفصیل سے مذکور ہیں۔ جن سے مرزا قادیانی کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔

حضرت امام مہدی کے حالات و علامات احادیث میں امام مہدی کے حالات و علامات بھی بظہر وادار ہیں۔ جن میں سے لفظ اور جزو اور رک

○ ... وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے پیدا ہوں گے۔
 ○ ... ان کا نام محمد ہوں۔
 ○ ... ان کے والد کا نام عبد اللہ ہوگا۔
 ○ ... وہ کشتیوں پر چلائی اور اونچی جاگ والے ہوں گے۔
 ○ ... وہ سات یا نو سال تک زمین پر حکومت کریں گے۔
 ○ ... وہ زمین کو بدل و انصاف سے معمور فرمائیں گے۔
 ○ ... وہ مدینہ کے باشندے ہوں گے وہاں سے کھل کر مکہ مکرمہ تشریف لائیں گے۔
 ○ ... لوگ ان کو بیعت کے لئے تلاش کرتے ہوں گے حتیٰ کہ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔
 ○ ... وہ بیعت کی خود خواہش نہ کریں گے بلکہ لوگ ان کو مجبور کر کے اپنا امام و پیشوا بنائیں گے۔
 ○ ... وہ اپنے اطلاق و عداوت میں سید المرسلین رضی اللہ عنہم کے مشابہ ہوں گے یعنی کھل طور پر ظاہر اور پھلتا متبع سنت ہوں گے۔ وغیرہ ذالک۔
 مندرجہ بالا تمام امور صحیح حدیث کے ایک مشہور کتاب ابو داؤد سے ماخوذ ہیں۔ ص ۲۲۲ و ۲۲۳ ج ۲۔
 اس کے برعکس جناب مثیل وہاں کے حالات و علامات ان کے ساتھ رتی بھر بھی نہیں ملتے۔ ان میں ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی۔ نہ خاندان نہ نام و ولدیت نہ حکومت و سلطنت۔ سب کچھ علیحدہ بلکہ الٹ ہے۔
 اور مرزا صدیق کے ساتھ مجددیت 'مسیحیت' نبوت' کرشمہ وغیرہ کے دعویٰ بھی کریشے جبکہ وہ مدعی برحق کوئی ایک اعلان اور دعویٰ بھی نہ کریں گے۔ نہ وہ کوئی پارٹی بنائیں گے۔

مرزا قادیانی کے حالات و کوائف

آپ (مرزا) کا نام غلام احمد۔ باپ کا نام غلام مرتضیٰ خاندان منگل برلاس۔ وطن قادیان۔ شائع کردہ اسپر خلق و عداوت سنت مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کے بالکل برعکس۔ منگل و تہمت رتگ و اہنگ۔ مذکورہ بالا بیان سے بالکل غیر متعلق اور غیر مناسب۔ خاندانی حالات دین و مذہب۔ اطلاق و شرافت۔ قومی غیرت اور ہمدردی سے بالکل دور۔ آنجناب کا بچپن 'جوانی' قتل از دعویٰ اور بعد ازاں سب کچھ اسلام اور اہل اسلام سے بالکل الگ تھلک بلکہ مخالف اور متضاد۔ مرزا صاحب کی ذاتی حیرت و اطلاق کسی نلیوں پر زمین بلکہ عام خطوط سے بھی ڈاکوں۔ جیسے بچپن میں آپ چڑی مار مشہور تھے۔ عام اوپاش لڑکوں کے ساتھ مشغول و مصروف رہتے تھے۔ ایک دفعہ گھر سے چینی کے بجائے نمک ہی جیب میں بھر کر لے گئے۔ راستہ میں جب ایک معنی من میں ڈالی تو دم لٹکنے کو ہو گیا۔ ایک دفعہ ماں سے کھانا لگا۔ ماں نے کہا کہ گز کے ساتھ کھالے۔ نہ ماں کما اچار کے ساتھ کھالے۔ نہ ماں آخر تک آکر کہہ دیا کہ جا رکھ سے کھالے تو رکھ ہی روٹی پر رکھ کر کھالے گئے۔ ایک دفعہ ذبح کرتے ہوئے چھری

سے بجائے جانور کو کالنے کے اپنی ہی انگلی کٹ لی۔
 زیرک، عقلمند، حساس اور باتیز اسنے تھے کہ ایک دفعہ پینے کو گرگالی ملی تو دائیں بائیں کی تیز نہ ہو سکی۔ ماں نے نشانی بھی لگا کر دی مگر پھر بھی بات نہ بنی۔ نیچے کاہن اوپر کے کان میں اور اوپر کا نیچے کے کان میں ڈال لیتے۔ ایک دفعہ ان کا تپا زاد بھائی امام الدین ان کے ساتھ واو کی پیش کی رقم مبلغ سات صد روپیہ لینے چلا گیا تو راستہ ہی میں اس کو ورغلا کر اوپر اوپر پھراتا رہا حتیٰ کہ وہ خطیر رقم چند دنوں میں ازادی تو جناب والامارے شرم کے گھر کارن نہ کر سکے وہیں سے سیالکوٹ ملازمت کے لئے پہنچے۔ جہاں انہیں چند روپیہ ماہوار کی ملازمت مل گئی جو چار سال تک چلتی رہی۔ اسی دوران ترقی کا سودا و ماخ میں سلیا تو عمارت کا استھان دے دیا جس میں یہ صاحب قیل ہو گئے جبکہ ان کا ایک بندو ساتھی کامیاب ہو گیا۔ یہ حتیٰ ان کی ذاتی اور ذہنی قابلیت۔

الغرض اس قسم کے حالات و واقعات قادیانیوں کی ذاتی تہنیفات میں کافی مذکور ہیں۔ خاص کر سیرت المہدی نامی کتاب جو اسی کے فرزند مرزا بشیر احمد نے لکھی ہے۔ بعد ازاں کچھ عربی و فارسی تعلیم حاصل کی مگر وہی نیم ملا خطرو ایمان والی بات بنی۔ آنجناب اپنی شہرت اور ذریعہ معاش کے لئے میدان مہادشہ 'مناظرہ میں قدم رکھنے لگے۔ چیلنج اور دعوے شروع کر دیے جب کچھ شہرت ہو گئی تو پھر امام و مجددیت کا ٹیپ سلیا جو نمبروار چلتا چلتا نہایت ہی شاطرانہ اور عیارانہ طور پر دعویٰ نبوت تک جا پہنچا حتیٰ کہ کرشمہ اور نامہ اور ردور گوہاں تک نبوت جا پہنچی۔

ایک عجیب چکر

مرزا قادیانی نے قتل از دعویٰ امام و مجددیت نامیہ اسلام میں ایک کتاب براہین احمدیہ کے عنوان سے تحریر کی جس میں کچھ اپنے اور کچھ مانگے مانگے کے مضامین درج کر کے خوب مال اور شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی۔
 نمونہ اس کے مباحث میں ایک موضوع وحی و امام اور کشف کی حقانیت کا تھا۔ جس پر مرزا صاحب نے عقلی دلائل پیش کر کے اس کے بعد کچھ اپنے کشف و الملمات بھی ذکر کئے۔ مگر صرف اس فرض سے کہ یہ موضوع مویہ اور مدلل ہو۔ دین اسلام کی حقانیت واضح ہو۔ (ملاحظہ فرمائیں کتاب مذکورہ ص ۳۶۵ تا ۳۶۷)

چنانچہ ایک جگہ لکھا کہ۔
 "اور نیز ان کشف و الملمات کے لکھنے کا یہ بھی ایک باعث ہے کہ تمہارے مومنوں کی قوت ایمانی بڑھے" ان کے دلوں کو مثبت اور تسلی حاصل ہو اور وہ اس حقیقت حقہ کو یہ یقین کامل سمجھ لیں کہ صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے (نہ کہ مرزائیت) اور آپ آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں ان کی پیروی سے خدا ملتا ہے۔"

(ملاحظہ براہین احمدیہ ص ۳۶۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۷۷)

مندرجہ بالا اقتباس بالکل صحیح اور ہمارے موافق ہے۔ اس میں مرزا صاحب کا کوئی دعویٰ اور کوئی منصب (مجددیت، صدوقیت یا مسیحیت) ظاہر نہیں کیا گیا۔ معیار ایمان و نہایت صرف وہی امور بتلائے گئے ہیں جو تمام امت کے ہاں مسلم ہیں۔ قادر عین اس پہلو کو خوب ذہن نشین رکھیں۔

اس کے بعد جب دل و دماغ پر ایلیسا نے پرمٹھائیں چڑیں۔ خدائے یحاش اور صانع و فیروزہ کے جعلی اور خود ساختہ ہر کاہے (پتلی، مسمن لال، خیرانی، شیر علی وغیرہ) ملکہ برطانیہ کی برکات سے آئے جانے لگے تو آنجناب نے ہر چیز کو الٹ پلٹ دیا۔ یہ اسلام کا علوم اور کارکن بننے والا اب اپنے پیش و آرام کے لئے سلطنت انگلستان کا غلام بے وام بن گیا۔ پھر کیا ہوا کہ ہر آن ہر لمحہ سے سے گریہ میں ترقی کی منہ نہیں ملے کرنے لگے۔ آج اگر صرف ہم سے توکل ساتھ محدث بھی بننے کی فکر ہے۔ آج اگر محدث ہے توکل مقام مجددیت کے لئے بھی ہر توکلے لگتا ہے۔ پھر مقام صدوقیت پر پہنچ گئے۔ وہاں سے مثیل صبح پھر صبح بھر جلی۔ اس کے بعد اصلی نبوت تک تک دو کرتے رہے۔ نیز اس افزائشی اور مادہ حجاز میں ہر چیز روندتے چلے گئے۔ نہ قرآن مجید کا خیال نہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ اہل بیت اور ائمہ دین کلمہ بلکہ خود ہی سب کچھ بن بیٹھے۔ حتیٰ کہ علوم آلیہ۔ صرف و نحو اور لغت میں دخل اندازی سے نہ رو سکے۔ جیتے اگر آج نبوت کا ایک مفہوم ہے توکل اس کو دوسرے انداز اور مفہوم میں بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلے ائمہ لغت کے ہاں اگر لفظ توفی کا مفہوم اخذ النبی و انجیبا ہے تو ان دعویٰ کے رش میں اس کا معنی صرف موت ہی قتل تسلیم ہے گویا کہ آنجناب کے دست حس سے نہ کوئی نظریہ محفوظ رہا نہ کہ شباطہ علم و فن ہر چیز میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اب مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں ذریعہ بحث موضوع کی طرف آئیے کہ براہین میں جو الملمات اور کشف بیان کئے گئے تھے وہ صرف دین اسلام کی تائید و تصدیق کے لئے تھے ان میں ذاتی غرض نہ تھی مگر جب آپ انقلابات و تغیرات کی نذر ہو گئے تو اسی الملمات کو اپنے دعویٰ کی سند اور دلیل بنانے لگے کہ میری براہین میں یہ امام درج ہے وہ درج ہے۔ حالانکہ وہ تو صرف دین حق کے مسئلہ کی تائید و تصدیق کے لئے تھے نہ کہ مرزا کے کسی دعویٰ و منصب کی تائید میں۔ بتلائیے کہ کتنا عظیم وجل اور فراخ ہے۔ گویا اب چوٹی کو پر لگ گئے۔ یہ ریختے والی معمولی سی چیز ہر طرف بھٹکتی ہوئی اڑ رہی ہے یا اللعجب۔

الغرض مرزا قادیانی کی تمام تاریخ اسی قسم کے بہر پھیر اور دخل و فریب سے معمور و لبریز ہے۔ کسی بھی موقع اور دعویٰ پر صاف گوئی اور معتدلیت کا شبابہ نظر آتا عمل اور ناممکن ہے۔

دعویٰ ممدویت

دعویٰ کی اس پھر بازی میں ایک مقام پر آپ (مرزا) نے ممدویت کا بھی دعویٰ کیا اور پھر حسب عادت اس کی تصدیق و تائید کے لئے قرآن و حدیث سے کچھ دلائل اور سادے سادے تلاش کرنے لگے تو کہیں سے کوئی تائید نہ مل سکی۔ آخر پھرتے پھرتے سنن دار قطنی جو ایک چوتھے درجے کی حدیث کی کتاب ہے اس سے اپنے زعم میں ایک سارا نظر آیا تو اس کی نوک پلک درست کرنے کے درپے ہوئے۔ وہ روایت درج ذیل ہے۔

ترجمہ۔ "امیر کبیر علی بن عزادار قطنی مصنف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے ابو سعید نے بیان کیا ان کو محمد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن عبیدیش نے ان سے یونس بن کبیر نے ان سے عمرو بن شمر نے ان سے جابر نے بیان کیا کہ محمد بن علی کہتے ہیں کہ ہمارے مدعی کی دو نشانیاں ہیں۔ وہ دونوں نشانیاں آسمان و زمین کی آفرینش سے آج تک ظہور پذیر نہیں ہوئیں (وہ یہ کہ) چاند رمضان کی نیم کو خسوف پذیر ہو گا اور سورج نصف رمضان (پندرہ تاریخ کو) پھر سن لو کہ یہ دونوں نشان آسمان و زمین کی پیدائش سے لے کر آج تک کبھی واقع نہیں ہوئیں۔"

جب آنجناب کو یہ روایت نظر آئی تو پھر کیا تھا آپ (مرزا) کی قوت متقیہ متحرک ہو گئی فن و دہل و فریب اور صنف تاویلات ہائلہ اور تسویات اہلبیسی کا خوب مظاہرہ کیا۔ اعلان کر دیا کہ دیکھو یہ حدیث صحیح ہے۔ آسمان و زمین نے میری صداقت کی گواہی دے دی۔ فلاں فلاں کتب و رسائل میں اس بیگانگی کے متعلق یہ کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ مراد ہے۔ وہ مراد ہے۔ الغرض خوب بڑو لنگ چلا۔ پھر تقریباً اپنی ہر کتاب و رسالہ اور اشتہارات میں اس کسوف و خسوف کو تاویلات ہائلہ سے مزین کر کے خوب پہنچائی گئی۔ مگر علامہ حق نے پوری دیانتداری اور غیر ظواری سے مرزا قادیانی کی ہر تلوئل و تسویل کا نہایت مسکت اور شانی جواب دیا جس کے بعد کسی ہوشمند انسان کے لئے رہتی بھر محجرات نہیں رہ جاتی مگر ابلیس اور اس کے نمائندے قیامت تک اپنی ہار مانتے وائے نہیں ہو سکتے۔ وہ بھی اپنی دوسرے کاریوں میں مسلسل مصروف و مشغول رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی الہی رسوم و عہدوں والا فیکہ عمل کرنا ہے۔

لہذا یہ واقعہ کسوف جو ۱۸۹۳ء میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس کو پھر ۱۹۹۳ء یعنی سو سال پورا ہونے پر امت قادیانیہ پورے ذور و شور سے کتب و رسائل میں پیش کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ انگریز کے خود کاشت پودے اسی کے رسم و رواج کو اپنا کر اپنے کفر و غلات پر مرقد بن لگا رہے ہیں۔ ورنہ الہی سلسلہ ہدایت و رشد میں ایسی کوئی نظیر موجود نہیں ہے کہ ایک مجذوبہ صد سالہ یا پچاس سالہ یادگار یا جوہلی وغیرہ منائی جائے۔ مشائخ بد رجو کہ سلسلہ طور پر ایک کائناتی حقیقت ہے اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی یاد نہیں منائی جاتی۔ فتح مکہ اور دیگر فتوحات کی کوئی

یادگار منانے کا کوئی ارشاد رسالت موجود نہیں اور نہ ہی مد صحابہ سے آج تک امت مرحومہ نے ان کی جوہلی وغیرہ منائی ہو بلکہ خود یہ قادیانی ٹولہ بھی ایسی کوئی یادگار نہیں منانا چاہتا کہ ان کو برحق بھی سمجھتا ہے (اور اور یہ خسوف کسوف مرزا تو ہے بھی ممتاز) کوئی قادیانی بتائے کہ کیا بھی سید المرسلین ﷺ کے کسی مجذوبہ کی یادگار منائی گئی ہے۔ کیا شیخ القمری کبھی یادگار منائی گئی۔ واقعہ معراج کی یادگار عظیم الشان معجزات کی جن کی تعداد خود یہ مرزا بھی تین ہزار تک تسلیم کرتا ہے تو جب آپ کے کسی بھی مجذوبہ کی یادگار منانے کا دستور نہیں، نہ لعل اسلام میں، نہ خود قادیانیوں میں تو مرزا جو کہ آپ کا بوز غل ہونے کا مدعی ہے، اس کے متعلق کسی واقعہ کی یاد منانے کا کیا جوڑ ہے؟ خاص کر جب کہ وہ جو بھی غیر مسلمہ اور ممتاز۔ لہذا قادیانیوں کا یہ دواویلا خلاف حق ہے۔ بارہا ان کے خصوصی نمبر اور مستقل رسالوں میں اتنا دواویلا محض شور شرابہ ہے اور پھر دیکھتے میرے سامنے ان کا ایک ہائیکہ مصلح کا خصوصی نمبر موجود ہے۔ جس میں مضامین توڑے ہیں مگر کراچی کی قادیانی خواتین کی مبارک ہادیوں سے بیسیوں صفحات سیاہ کر دیئے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی باطل پرستوں خاص کر عیسائیوں اور انگریزوں کا فارمولہ ہے کہ جھوٹ کو اتنا اچھا اور بیان کرو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں جبکہ خوشبو خود ہی مہک اٹھتی ہے اسے مہکائے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

الغرض قادیانی اور اس کی ذریت ہائلہ کا یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ معمولی سی بات کو اتنا اچھا لیتے ہیں کہ گویا وہ کوئی نص قرآنی ہے۔ خود قادیانی کی کتب و رسائل دیکھتے ایک بات کی اتنی کڑت سے اور مختلف تاویلات کے روپ میں ذکر کرے گا کہ کوئی کتاب یا رسالہ اس سے خالی رہنا مشکل ہوتا ہے۔ الغرض اہل حق نے مرزا کے مقابلہ میں اسی وقت مرزا کی ہر باطل دلیل اور تلوئل کے پرچے اڑا دیئے۔ مستقل کتب تحریر ہوئیں۔ مضامین بھی شائع ہوں گے۔ منجملہ ان تحریرات کے ایک کتاب۔ "دوسری شہادت آسمانی" ہے جو کہ حضرت العلامة عارف کمال مولانا سید محمد علی موٹیری دست برکات تم کی تصنیف ہے۔ جس میں حضرت العلامة نے نہایت بسط و تفصیل سے اس مسئلہ پر بحث فرما کر قیامت تک کے لئے قادیانیوں کا ہائلہ بند کر دیا ہے۔ نہایت لاجواب کتاب ہے۔ عالی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں کی خدمت میں اس کی جدید طباعت کے لئے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں تاکہ ہر مبلغ اور عالم بلکہ عوام الناس تک یہ کتاب لاجواب پہنچ جائے۔ فی اللہ بندۂ حقیر اپنی استعداد کے مطابق مختصراً اس مسئلہ کی حقیقت پیش کرنے کی جرات کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اہل ایمان کے لئے مضبوطی ایمان کا باعث اور گمراہوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنا دے (آمین)۔

روایت دار قطنی، ترجمہ اور مفہوم
قارئین کرام! مندرجہ بالا دار قطنی کی روایت بعد

ترجمہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔

عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمہدینا آیشین لم نکوننا منذ خلق السموت والارض۔ تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ و لم نکوننا منذ خلق السموت والارض۔"

(سنن الدار قطنی مع تلیق المنفی۔ مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ لاہور)

اس روایت کے راوی صاحب کتب سے لے کر محمد بن علی تک سات ہیں۔

بحث روایت بغرض صحت

قادیانی کی پیش کردہ اس روایت (نہ کہ حدیث) پر کئی طرح سے بحث کی ضرورت ہے۔

○ اول تو یہ کہ یہ ایک روایت ہے حدیث نہیں ہے کیونکہ حدیث فرمان رسول ﷺ کو کہتے ہیں جبکہ یہ آنحضرت ﷺ تک تو کبھی صحابی تک بھی نہیں پہنچتی۔

○ اس کے راوی نمبر ۶ کے متعلق خود اسی کتاب میں صاحب تلیق نے درج کیا ہے کہ یہ دونوں راوی عمرو بن شمر اور جابر دونوں ضعیف ہیں۔ ان سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جن کی جلالت قدر پر خود مرزا قادیانی بھی گواہ ہے وہ اس جہار کو نہایت کذاب کہتے ہیں۔ نیز یہ سند معنعن بھی ہے جو کہ بوجہ امکان تالیس قابل احتجاج نہیں ہوتی۔

○ اس روایت کے آخری راوی محمد بن علی معلوم نہیں کہ کون ہیں آیا امام ہاترین یا دیگر کوئی شخصیت۔ لہذا یہ سند محمد بن احمد بن امیہ کے ہاں غیر معتبر ہوتی۔ بالغرض اگر محمد بن علی وہی امام زین العابدین کے فرزند امام ہاترین ہوں پھر بھی یہ سند مرفوع متصل نہیں بلکہ منقطع ہے جو کہ عند الحمد شین والجدیدین غیر معتبر ہے۔

○ یہ روایت اپنے مضمون کے لحاظ سے صحیح احادیث کے سراسر خلاف ہے کیونکہ صحیح حدیث بخاری و مسلم میں فرمان رسول ﷺ یوں مذکور ہے۔

ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا ینکسفان لموت احد ولا لحدیانہ۔۔۔ او کما قال۔

ترجمہ۔ "یہ سورج اور چاند قدرت الہی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت یا زندگی یا خسوف پذیر نہیں ہوتے بلکہ ان کو منکست کر کے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانا اور متنبہ کرنا ہے۔"

ف۔ یعنی اسے میرے بندو دیکھو یہ سورج اور چاند اتنے عظیم جسامت کے مالک ہیں۔ میں قادر قیوم خدا ان کے نور اور کمالات کے سلب کرنے پر بھی قادر ہوں۔ تم مطعی بحر خاک کی کیا وقعت ہے۔ لہذا میری بافرمانی اور عداوت سے

کامل صرف عینی ہیں۔ گویا مطلق مدعی کی لٹی نہیں بلکہ لٹی کمال کا ذکر ہے۔ جیسے لا سیف الا ذوالفقار ولا فتنی الا علی تو کیا ذوالفقار کے سوا کوئی اور نگوار نہیں ہے۔ علیؑ کے سوا کوئی بھی ذوالفقار اور بلوار نہیں ہے۔ تو جیسے یہاں ظاہر مسموم مراد نہیں دیتے ہی حدیث ابن ماجہ میں ظاہر مسموم مراد نہیں۔ جیسے ایک جگہ خود مرزا نے لکھا ہے لا احمد الا عیسیٰ ولا عیسیٰ الا احمد۔ تو کیا یہاں بھی دونوں کو ایک ہی تسلیم کرو گے۔ بتاؤ عیسیٰ کی لٹی لٹی کرو گے یا احمد کی۔

الغرض ایسی تلمیحات اور سماروں سے تلمیحات کا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا

قارمین کرام! مندرجہ بالا تصدیقات سے آپ نے معلوم کر لیا کہ وجود مدعی کے وقت یہ دو نشان ظاہر ہوں گے جن سے ان کی شناخت ہو جائے گی۔ یہ نہیں کہ پہلے ایک شخص صدویت کا دعویٰ کرے گا پھر لوگ اس سے نشان طلب کریں گے تو وہ مدت کا اس کی دعا کا نام ہے گا اور پھر یہ نشان ظہور پذیر ہوں گے۔ روایت بلا میں ان امور کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ بظاہر روایت قدیانی کی تائید نہ کرتی تھی لہذا مختلف طبعے ہائے اور تلمیحات باہلہ سے تنقید کی کوشش کرتے ہوئے ایک مہل سلسلہ یوں نتائج اٹھ کرے ہیں کہ۔

اب آپ اس حدیث (روایت) کو دوبارہ غور سے پڑھیں (یعنی قدیانی تک لگا کر۔ ناقل) تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس میں بہت سی ہیچنگوں کا جمع ہے۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیچنگوں کی (باہلہ) غلط روایت میں آپ کا اسم گرامی سرے سے ہے ہی نہیں۔ ناقل کے مطابق ایک شخص امام مدعی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

۲۔ یہ امام مدعی قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور فرمانبردار ہو گا کیونکہ روایت میں اس کا نام دو نشان تک نہیں ہے یعنی قدیانی سینہ زوری کا کرشمہ ہے۔ ناقل۔

۳۔ لوگ امام مدعی سے اس کی صداقت کا نشان طلب کریں گے (یہ بھی باہلہ جھوٹ ہے۔ ناقل)۔

۴۔ یہ نشان رمضان کے مہینے میں واقع ہو گا۔

۵۔ چاند کو گرہن کی پہلی تاریخ کو گرہن لگے گا یہ لفظ "گرہن کی پہلی تاریخ" یہ قدیانی پکر بازی ہے۔ ناقل۔

۶۔ سورج کو گرہن کی درمیانی تاریخ کو گرہن لگے گا یہاں بھی یہ لفظ "گرہن کی درمیانی تاریخ" پکر بازی ہے۔ ناقل۔

۷۔ یہ نشان امام مدعی کی صداقت کے لئے ظاہر ہو گا لیکن وہ مدعی نہ مسیح موعود ہو گا نہ ذلتی ہرودی نبی اور نہ ہی صدویت کا دعویٰ کر کے لوگوں پر یہ نشان طلب کرے گا اور پھر تلمیحات باہلہ سے اس کو اپنے اوپر فٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔

نشانوں سے ہو گی نہ کہ دعویٰ سے۔ بعد ازاں وہ صرف مدعی ہو گا نہ مثیل مسیح ہو گا اور نہ مسیح موعود۔ اور نہ ذلتی و ہرودی یا مطلق نبی و رسول۔ جس طرح مرزا ہر مقام کی طرف دوڑتے نظر آتے ہیں بلکہ یہ تو کرشن ہے سنگھ اور گوبال بھی بڑے نظر آتے ہیں۔ موسیٰ اور ابراہیم وغیرہ تمام انبیاء کا اوٹار بھی بنتے پھرتے ہیں جبکہ روایت میں مذکور مدعی مطلق مدعی ہو گا وہ "جون مرکب ہرگز نہ ہو گا۔ دریں صورت جناب قدیانی پہلے نہر ہی سے نکل ہو جاتے ہیں۔

ایک لفظ اس جملہ میں آئینہ کا ہے جو کہ آیۃ تشبیہ ہے اور آیۃ ایسی علامت اور نشانی کو کہتے ہیں کہ جو کسی پوشیدہ شے کو ایسے طور پر لازم ہو کہ اس نشانی کے اور اک سے اس چیز کا اور اک ہو جائے۔ فی ذاتہ معلوم نہ ہو سکتی تھی (دیکھئے مفروضات امام راضی ص ۳۲)

جب آیت کے یہ معنی ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس روایت میں مدعی کے دو ایسے نشانوں کا ذکر ہے کہ جس وقت ان کا ظہور ہو گا تو فوراً یقین ہو جائے گا کہ امام مدعی موجود ہیں اس کے بعد نہ دعویٰ صدویت کی ضرورت ہو گی نہ کسی دوسری شرط کی۔

اور جناب مرزا میں یہ بات نہیں پائی گئی بلکہ حدیث میں مذکورہ دیگر علامات سے بھی یہ صاحب بیکر خانی اور محرم ہیں۔ مدعی واللہ نام نہ ولدیت نہ خاندان۔ فرضیکہ مرزا ہر نمبر میں لٹل ہیں۔

ایک مزید شبہ اور اس کا جواب

قدیانی اور اس کی ذریت ایک حدیث یہ پیش کرتی ہے۔ لا الہ الا عیسیٰ۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۲) کہ مدعی تو صرف عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ الگ کوئی مدعی نہیں لہذا صدویت کے ساتھ مسیحیت کا دعویٰ بھی اس روایت دار قطفی کے خلاف نہ ہو گا۔

الجواب

اول تو یہ حدیث ہی ضعیف اور منکر ہے کیونکہ از روئے احادیث کثیر صحیحہ عینی علیہ السلام اور مدعی علیہ السلام دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ دونوں کے لئے کتب حدیث میں محدثین نے الگ الگ باب منعقد فرمائے ہیں۔ خود اسی کتاب میں مدعی کے لئے الگ باب ہے اور مسیح علیہ السلام کے لئے الگ باب منعقد ہے۔ لہذا دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ دونوں کی علامات الگ الگ بیان فرمائی گئی ہیں۔ اس لئے اگر اس غلط ملاحظہ کو کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا۔

۲۔ یہ صرف ایک ہی حدیث ہے وہ بھی منکر اور ضعیف۔ جیسے کہ خود اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر ۳۴ پر مفصل ہوا حال بحث کی گئی ہے کہ محمد بن خالد راوی غیر معتبر ہے۔

امام ذہبی اس روایت کو منکر کہتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسیح اور مدعی کے طبعہ علیحدہ ہونے کی احادیث بے شمار اور ہر حدیث کی کتاب میں مذکور ہیں۔

بصورت صحت روایت اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ مدعی

باز آجہا اور اس کا خیال بھی نہ کرنا۔ ورنہ پھر خیر نہیں۔

یہ صحیح حدیث ہے جس میں خوف و سکوف کی فرض و غایت بزبان اصداق الخلق بیان فرمائی گئی ہے۔ لہذا یہ روایت مرزا اصولی طور پر اس کے خلاف ہونے کی بنا پر قائل جت نہ ہو گی۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اور مزے کی کی کرائی ساری پلاکیوں پر پائی پھرنے کے لئے امام دار قطفی نے اس روایت کے بعد اور اس باب کے آخر میں اسی صحیح حدیث رسول کو درج فرمایا ہے کہ یہ تو ایک غیر معتبر روایت ہے۔ حدیث رسول نہیں اصل صحیح فرماؤں وغیرہ یہ ہے جو کہ اس غیر معتبر روایت کے مضمون کے خلاف اور قائل اقتدار و جت ہے۔ یہ محدثین کا اکثر اصول ہوتا ہے کہ وہ صحیح اور فیصلہ کن حدیث کو بلور فیصلہ کے یا اپنے عہد کے آخر میں بیان کرتے ہیں۔ لہذا دریں صورت جناب مرزا صاحب جو کہ امام صاحب کو بہت سراہتے اور بد یہ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ انہی امام دار قطفی نے مرزا کی کھل کر کھڑی فرمادی ہے۔

○ ... آنجہاں مرزا قدیانی کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی مخالف حدیث کو اس لئے بھی ناقابل قبول قرار دے لیتا ہے کہ یہ بخاری میں نہیں ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو اسے امام بخاری کیوں نہ ذکر کرتے۔ جیسے احادیث مدعی اور بعض احادیث نزول مسیح۔ (ازالہ اوہام وغیرہ)

مگر جب اپنی باری آتی ہے تو دور درازی روایت کو بھی درجہ اول کی مستند اور معتبر قرار دے لیتا ہے اور خود حکم بننے کا دعویٰ کر لیتا ہے۔ حالانکہ یہ ضابطہ سراسر خلاف عقل ہے تو جب اصول حدیث کی روش سے یہ روایت سند اور متنا غیر معتبر قرار پائی تو اس کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں رالی کو پھاڑنا کر پیش کرنا کون سی ریاضت داری ہے۔ آخر یہ ائمہ حدیث بھی نہایت محترم و معزز حضرات تھے۔ ان میں سے کئی سلسلہ مجدد بھی ہیں تو ان کے قواعد و ضوابط کو نظر انداز کرنا قبول مرزا صاحب فسق و فحش نہیں تو اور کیا ہے؟

○ ... اگر یہ روایت مدعی کے لئے تسلیم کر لی جاتی ہے تو بھی مرزا صاحب کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ صرف مدعی کے لئے نشان ثابت ہو سکتا ہے مگر مرزا صاحب تو مسیح موعود ہونے کے بھی مدعی ہیں اس کے بعد نبوت اور رسالت کے بھی مدعی ہیں لہذا یہ ان کو منفی نہیں۔

مندرجہ بالا اصولی اور انتہائی تحقیق کے بعد اب اس روایت کے مندرجات نبیوار اور تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے۔

○ اس روایت کے کل پانچ جملے ہیں: ہر ایک کی الگ الگ تشریح اور مضمون کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

جملہ نمبر ۱:۔ ان لہمہدینا آئینہ۔ ترجمہ: "ہے شک ہمارے مدعی کی دو نشانیاں ہوں گی۔" اس جملہ میں مدعی کی دو نشانیاں کا ذکر ہے۔ پھر مدعی بھی ایسا کہ جس کے دعویٰ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی پہچان ان دو

حقیقت یا عقل اور عقیدہ کی اس بحث میں حصہ لیا۔ اس سے قبل وہ ایک نیم مذہبی معاملہ یعنی اتوار کے دن خرید و فروخت کی فقہی یا جواز پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ ایمن حکومت 'شہائی معاملات' عوام اور سماج کی تنہیدوں کے باعث برطانوی کلیسا گونا گوں قسم کے بحران کا شکار ہوتا رہا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ کلیسا عوام کے ذہن میں حشر و نظر اور آخرت میں سزا کے تصور کو پھر سے بحال کرے تاکہ پولیس کی تنظیم ہونے والے اغراضات میں کمی کی جاسکے۔ لیکن جب کوئی روشن خیال پارٹی حشر و نظر کی حقیقت کے بارے میں ہی شک و شبہات کا اظہار کرتا ہے تو پھر حکومت اور کلیسا کے درمیان اختلافات کو گہرا کرنے میں ایسے بیانات سنانے کے سارے کا کام کرتے ہیں۔ حکومت کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اراکین کلیسا ایمان اور اخلاق کے بجائے شرعی زندگی کے مصائب اور بے گہرا افراد کی پریشانیوں کا تذکرہ کرنے لگیں۔

ارباب حکومت کی نظر میں کلیسا کو حشر و نظر کی حقیقت 'بد روی اور درد مندی کی ضرورت پر بس چارلس کے صاحب تخت و تاج اور برطانوی کلیسا کے سربراہ بننے' اتوار کے دن خرید و فروخت سے متعلق قانونی سد پر بحث کرنا چاہئے یا پھر بیٹے ہوئے اغراضات کے وسائل تلاش کرنے اور عوامی موسیقی (Pop Music) کی مدد سے اتوار کے دن کو خرید و فروخت میں منافع ہونے کے بجائے 'کلیسا میں لوگوں کی حاضری بڑھانے جیسے مسائل پر غور کرنا چاہئے۔

روشن خیال اور منسکک لوگوں میں ہشپ ڈاکٹر ایچ بیٹنگس بہت مقبول ہیں۔ بعض افراد کے خیال میں تو صرف انہیں یہ قابلیت ہے کہ وہ کلیسا کو ٹھوک پیٹ کر ایک سو برس صدی کے تھلے بنا سکتے ہیں۔ یہ سائنسوں کے بنیادی عقائد پر ان کی تنہید اور تبصرے ان کے اس عقیدہ کو تازہ کرتے ہیں کہ ہر شخص کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے۔

ڈاکٹر بیٹنگس سے ایک وزیر اور کچھ قدامت پسند ممبران پارلیمنٹ کو بھی سخت اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر بیٹنگس لاکھوں افراد کا عقیدہ پر ہر کر رہے ہیں۔ صد ہا سال سے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ بائبل کے اندر راہنات ہے جسے چنانچہ وزیر مالدیات ستر جان گرنے ہشپ بیٹنگس پر تنہید کرتے ہوئے کہا ہے کہ انجیل کی تعلیمات ساری دنیا میں واضح اور صاف ہیں اور کروڑوں افراد کواری مریم کے ذریعے خداوندی پیدا کئے ہوئے نہیں مانتے ہیں۔ ڈاکٹر بیٹنگس کو ان کے ایمان پر ہر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن حکومت کے وزراء کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون سازی کے ذریعہ ڈرامہ کے اس پارٹی پر روک لگائیں یا انہیں انجیل پر ایمان لانے پر مجبور کر سکیں۔ کچھ دوسرے لوگ انعام و تنصیم اور تریب کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں چنانچہ انہوں نے ملائے انجیل سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ انجیل میں درج واقعات کی تاریخی حیثیت کے متعلق حقیقی بند کویں تاکہ

روایت میں جو پہلی رات کا ذکر ہے اس سے مراد خسوف قمری پہلی رات یعنی تیرویس رات مراد ہے۔ کیونکہ قانون قدرت کے مطابق چاند گرہن بیٹھ ۳۳۔۳۴ اور ۵۵ تاریخ کو ہوتے ہیں۔

اسی طرح سورج گرہن کی تاریخیں بھی حسب قانون الہی ۲۸۔۲۹ اور ۳۰ ہیں تو خسوف سے مراد ۲۸ تاریخ ہے۔ یعنی اول لیلۃ من رمضان میں خسوف مضاف مانا پڑے گا۔ ورنہ قانون قدرت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

یہ اس لئے بھی کہ روایت میں لفظ قمر ہے جو کہ تیسری رات کے بعد ہر بولا جاتا ہے۔ تو جب پہلی رات کو قمر ہے ہی نہیں تو خسوف کا کیا مطلب ہوگا؟

ہم اہل حق حق دار جو اب دیتے ہیں کہ۔

○ ... چونکہ روایت میں یہ لفظ موجود ہے کہ یہ نشان پہلے کبھی ہوئے ہی نہیں یہ بالکل خلاف عادت ہوں گے لہذا یہ ظاہری الفاظ کے مطابق ہی ہوں گے یعنی یکم رمضان اور پندرہ رمضان کو ورنہ یہ بے مثل نہ رہیں گے جو کہ روایت کا مرکزی مضمون ہے۔

باقی رہا شمار الفاظ قمر کا اطلاق تو عرض یہ ہے کہ۔

قرآن مجید میں یہ لفظ ۲۷ مرتبہ وارد ہوا ہے جن کے مجموعی ملاحظہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لفظ قمر بطور جنس کے اول سے لے کر انتہی یا تیس تک ہر رات کے چاند پر بولا جائے گا۔ اگر بسا اوقات اس کی مختلف کیفیات کے اظہار کے لئے دوسرے اسماء بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے ابتداء میں ہلال، پھر قمر پھر رور و غیرہ ویسے مجموعی طور پر اس پر لفظ قمر کا اطلاق قرآنی استعمال ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ - مسیح موعود کی حقیقت

۳۔ مہن بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ لواس بن سلعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۔ مجمع بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۸۔ حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۹۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۰۔ سرور بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۱۔ عمر بن حوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۲۔ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۱۵۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زوال عیسائیت

آرچ بپ ڈاکٹر جارج کارے کو مجبوراً انسانہ اور

۸۔ سورج اور چاند گرہن تو لگتے ہی رہتے ہیں لیکن اس طرح بطور نشان یہ گرہن پہلے کسی کی صداقت کے لئے ظاہر نہیں ہوا۔ (آسمانی گواہ از عبدالمسیح خاں ص ۱۱-۱۵)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تمام تفسیرات صحیح غلط نہ ہوں۔ زار ہیں روایت میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہی قادیانی منکاریاں اور حیلہ سازیاں ہیں کہ ایک بے تعلق بات کو اپنے دہل و فریب سے مرزا قادیانی پر فٹ کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملائے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر سب سے

روایت دار قاضی کا جملہ ۲ :- لم نکوننا منذ خلق السموات والارض۔

ترجمہ :- "یہ دونوں نشان ابتداء آفرینش سے بھی بھی ظہور پذیر نہ ہوئے بلکہ یہ بے مثل اور بے نظیر ہیں۔"

یہ جملہ روایت میں دو مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ ایک تو ذکر آیات سے پہلے اور دوسری مرتبہ ان کے بیان کے بعد۔ پہلی مرتبہ یہ جملہ آیتین کی صفت کا شرف واقع ہوا ہے اور دوسری مرتبہ بطور تائید اور مزید اظہار قدرت کے لئے۔

اب لم نکوننا فضل میں ضمیر حیلہ آیتین کی طرف راجع ہے۔ مضمون یہ ہوگا کہ جب سے آسمان و زمین پیدا ہوئے ہیں۔ یہ کسوف بھی وقوع پذیر نہیں ہوئے بلکہ صرف صدی کے وقت بطور علامت ظاہر ہوں گے گویا یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہ دونوں کسوف و خسوف ایسے عجیب و غریب ہوں گے کہ ان جیسے پہلے کبھی بھی اور کسی کے لئے بھی واقع نہیں ہوئے۔ یہ صرف عہد صدی برحق کے ساتھ متعلق ہیں۔ یعنی وہ اپنی ذات میں بے نظیر و بے مثل اور ہمارے صدی کے لئے مخصوص۔ پہلے نہ کسی کے لئے واقع ہوئیں نہ کسی زمانہ میں۔

روایت کا جملہ ۳ :- ننکسف القمر لاول لیلینہ من رمضان و ننکسف الشمس فی النصف منہ

ترجمہ :- "رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا۔ نصف رمضان یعنی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔"

اب تاریخ عالم گواہ ہے کہ ابھی تک واقعات ایسا کہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں چاند و سورج کو گرہن ہوگا مگر وہ ۳۳ اور ۲۸ تاریخ کو ہوئے لہذا وہ بے نظیر نہیں۔ جبکہ روایت میں بے مثل و بے نظیر کسوف کا تذکرہ ہے۔

اب اس فقہ کے متعلق کئی امور زیر بحث آئیں گے۔ اول لفظ قمر کی حقیقت۔ ۲۔ وقوع خسوف کا وقت۔ ۳۔ قادیانی پیش کردہ خسوف کی حقیقت۔

مندرجہ بالا زیر بحث روایت کے الفاظ سب پر عیاں ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور اس کے نصف یعنی پندرہ کو سورج گرہن ہوگا مگر چونکہ ایسا کہ کبھی نہیں ہوا اور جس کو یہ پیش کرتے ہیں وہ ان تاریخ میں نہیں ہوا لہذا یہ لوگ کئی گویا ہاتھ کا سارا لیتے ہیں۔

خلاف۔

عقائد کے سرسرفت اور اس کی شاعرانہ تخیل کو جاتی رکھا جاسکے۔ (شکریہ ناگزرف انڈیا)

بقیہ پردہ اور برقعہ

اچانک بچہ بیمار ہو اور گھر کا کوئی آدمی موجود نہیں۔ شوہر بیمار ہو اور سالانہ سودا سلف نہیں لاسکتا اس طرح کی اور بھی ضروری باتیں عورت کو باہر نکلنے کی اجازت دیتی ہیں۔ ہر شریف زادی اپنی ضروریات سے خوب واقف ہے۔ اس کی فرست دینے کی حاجت نہیں۔ جہاں آپ کا ضمیر اجازت دے وہاں بے تکلف ہزاروں میں تجاب کے شرعی تقاضوں کا لحاظ کرتی ہوئی چلی جائیں۔

گھریلے فضا میں پردہ کا قلم کچھ ہلکا چھٹکا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان عکلوں میں اگر تقویٰ اور پریز گاری کا اثر و عمل ہو تو جس طرح ایام حج میں مسلم بھینس مسجد خاند کعب اور مسجد نبوی میں نماز باجماعت پر حاضر ہوتی ہیں اور بازار میں سودا سلف بھی خرید کر لیتی ہیں حتیٰ کہ بعض بعض جگہ خواتین چھوٹی چھوٹی دکانیں بیزی اور فروٹ کی لگا لیتی ہیں لیکن سعودی عرب میں عورت کو چیز چھڑا تو کیا ذرا بے لوبی کی ابتداء ہوئی اور قانون نے اس ظلم کی پینہ اوجھڑی۔ بس اسی وجہ سے عورت کو قانونی تحفظ ایسا حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات میں وقت محسوس نہیں کرتی۔ جب تک قانون بد معاشرہ کی پشت پناہی نہ کرے اور عورت کو چیز چھڑا کرنے والوں کی بھر پور خبر نہ لے تب تک عورت کو پردہ کچھ سخت کرنا پڑتا ہے ورنہ پر امن عام حالات میں کچھ نہ کچھ تخفیف ہوتی ہے۔ تقویٰ اور خوف خدا کا تصور ہی آدمی کو آدرگی و گلی کوچوں کے جنوں ہونے سے بچا سکتا ہے۔ یہاں تو سینما اور فلمی رسالوں میں اب عورت کو ایک ہاشٹ کپڑا بھی نصیب نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اسلام نے عورت کی چادر کو بے حرمت نہیں کیا۔ پھر ہماری مسلم خواتین اس نعمت کی قدر دانی نہ کریں تو اور کس سے یہ امید رکھی جاسکتی ہے۔

یہ نہ بھولنے کہ اسلام نے برقعہ اور پردہ کا کوئی ذرا نہیں مقرر کر دیا ہو بلکہ اس کے احکامات اپنے اندر ملکی حالات گھریلو ضروریات تعلیم نیز آب و ہوا کے ساتھ عمر کا لحاظ کر کے بہت ساری چھوٹ بھی دے رکھی ہے۔ مثل کے طور پر عمر رسیدہ خواتین کو پردہ نہ کرنے پر سزا تو نہیں ان اللہ میں رعایت دی گئی ہے۔

”اور جو عورتیں جو لائی کی حد سے اتر بیٹھی ہوں۔ نکاح کی امید و راجہ نہ ہوں اگر وہ اپنی چادریں دکھ دیں تو انہیں کوئی گناہ نہیں البتہ ان کا ارادہ زینت و آرائش کا نہ ہونا چاہئے لیکن اگر پھر بھی وہ حیاداری سے چادر ڈالتی ہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اللہ تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔“

(سورۃ نور: ۶۰)

جب آگ میں کوئی پنکھاری نہیں اور بن سنور کر نکلنے کی تمنا نہیں تو عمر رسیدہ خواتین اس حکم کا نادمہ لے سکتی ہیں مگر پھر بھی خیر و بھلائی اس میں بتائی گئی ہے کہ چادریں ڈالنے

رہیں تو اچھا ہے۔ ذمہ داری مگر ایسی خاتون جسے بے پردہ دیکھ کر کسی کی جنسی طلب کے بھڑک اٹھنے کا اندیشہ نہیں اور خود یہ خاتون بھی بن سنور کر حسن و آرائش کا جذبہ نہ رکھتی ہو تو اس کا بے نقاب رہنا شریعت اسلامی میں برائیاں نہیں مانا گیا۔ دین فطرت کی یہی خصوصیت ہے کہ حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے اندر قواعد کی پابندی کے ساتھ مناسب چلک اور سولت کے پہلو کو نظر انداز نہیں ہونے دے گا۔ یہ کوئی قیاسی اجتہاد کی بات نہیں بلکہ عین اسلوب قرآنی ہے۔

خاندانی تعلقات کے روابط عمر کا لحاظ حالات کا پھیر بدل مقرر کر رہائش وغیرہ میں بھی پردہ و نقاب کے احکامات میں بہت کچھ تغیرات ہے مثلاً علاج کے وقت کسی مریضہ کو ڈاکٹر بے نقاب دیکھ سکتا ہے۔

جرام کی تفتیش میں یا عورتوں میں گواہی کے موقع پر عورت کو بے پردہ دیکھنے کو ہمارے فقہاء نے اجازت دی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مذہب اندھوں بہروں کا نہیں عین عاقل اور صاحب بصیرت لوگوں کا دین ہے۔ یہاں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ عورت کچھ بیچ کر دل بھانے کا سامان نہیں بنائی جاسکتی۔ مردہ حس لوگوں کو مرثیہ قسم کے نامروں کے جذبات میں آگ لگانے کے لئے عورت کو بے نقاب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کلچر آج کی طاقتور سوسائٹی کا ضرور ہے اسلام کو ایسے بازاری کلچر سے سخت نفرت ہے بلکہ اسے منافی اسلام کا ایک اصول کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

پردہ اور نقاب کا مقصد شریعت اسلامی کے نزدیک جنسی آدرگی کا سدباب ہے۔ اسی لئے یہاں حج و حج کے بے نقاب ہونا اور لوگوں کو دیدہ بازی کی سربازار دعوت دینا منع ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بے پردہ خواتین میں شیطان نے چنگ ٹھک اور ناروا ارادے کے ساتھ انھما کر بل کھا کر پلٹنا اور لپک لپک کر دعوت نکالنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ خواہ یہ کسی میں شعور کے ساتھ موجود ہو یا کسی میں غیر شعوری طور پر۔

بقیہ۔ غازی علم دین شہید

مختلف لوگوں نے ماسٹر راجپال پر قاتلانہ حملے کئے۔ ایک مسلمان عبدالعزیز نے حملہ کیا راجپال دشمنی ہوا لیکن بی بی عبدالعزیز کو چودہ سال قید کی سزا ہوئی۔ اس کے بعد خدا بخش ثانی ایک مسلمان نے حملہ کیا اس میں بھی ماسٹر راجپال بی بی گیلہ خدا بخش کو چھ سال قید کی سزا ہوئی۔ دراصل راجپال کو جنم رسید کرنے کی سعادت غازی علم الدین شہید کے حصے میں تھی۔ ابھی راجپال کے زندگی کے کچھ سانس باقی تھے۔ امیر شریعت سزا کٹ کر جب رہا ہوئے اس درمیان شادی جگہ جگہ عوام کے دلوں میں جذبہ شہادت پیدا کرنے میں مصروف ہو گئے اور ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے امیر شریعت نے فرمایا۔

”مسلمانو! میں تمہاری سوئی ہوئی غیرت کو جھنجھوڑے آیا ہوں۔ آج تمہارے توہین وغیرہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انہیں شاید ظلم ظنی ہوئی ہے کہ مسلمان مرچکا ہے۔ آؤ اپنی زندگی کا

ثبوت دیں۔ عزیز نوجوانو! تمہارے دامن کے سارے داغ صاف ہونے کا وقت آچکا ہے۔ گنبد خضراء کے سینے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔ ان کی آبرو خطرے میں ہے۔ ان کی عزت پر کتے بھوک رہے ہیں۔ اگر قیامت کے دن محمد ﷺ کی شہادت چاہتے ہو تو بھری کی گستاخی کرنے والی زبان نہ رہے یا نٹنے والے گلن نہ رہیں۔

امیر شریعت نے یہ پیغام مستی مستی ہستی ہستی گلوں گلوں قریہ پنپایا۔ مسلمان نوجوانوں کا خون کھول اٹھا۔ انہی میں لاہور میں کوچہ چاک سواراں کا غازی علم الدین شہید بھی تھا جس نے راجپال کو اصل جنم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ غازی علم الدین شہید نے کبھی بازار لاہور سے آقا رام ثانی ایک ہندو کھانڈے سے چھری ایک روپیہ میں خریدی۔ عسرت پھینکنگ ہاؤس کے سامنے ہی راجپال کا دفتر تھا جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا۔ غازی علم الدین وہاں گیا اور دفتر کا پتہ پوچھ کر باہر ہی بیٹھ گیا اور کھوکھے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ابھی نہیں آیا کیونکہ جب راجپال دفتر میں ہوتا ہے تو باہر پولیس کا سپرہ ہوتا ہے۔ علم الدین ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اسے میں ایک کار آکر ری اور دروازہ کھلا۔ جو کسی راجپال کار سے باہر نکلا تو وہ ان نے غازی علم الدین کو بتایا کہ یہ راجپال ہے۔ راجپال اپنے دفتر میں جاسے لگا لو اور پھر تھاور دفتر۔ راجپال کو بھی کرسی پر بیٹھا تھا اور اپنی آمد کی خبر پولیس کو دینے ہی لگا تھا اس کے دو ملازم کدھر تھے اور بھگت رام جو کتابیں لپیٹتے سے رکھ رہے تھے اور بھڑا پوچھ کر رہے تھے۔ غازی علم الدین ایک ہی دست میں موت کا پیغام بن کر راجپال کے سر پہ پانا پنا اور زہب سے چھری نکالی اور راجپال کے دل میں گھونپ دی۔ وار اتنا کار تھا کہ لٹھوں راجپال کے منہ سے صرف ”ہائے“ کی آواز نکلی اور اوندھے منہ گر پڑا۔ کدھر تھے غازی علم الدین کو پکڑنے کے لئے بڑھا اور ہاتھ میں پکڑی کتابیں غازی صاحب پر پھینک دیں۔ پچھتے سے پکڑو بھاگو مار گیا وغیرہ کا شور بلند کیا۔ جب بازار میں غازی علم الدین شہید کو لوگوں نے قابو کیا تو وہ ایک ہی بات کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے آقا و مولا کی گستاخی کا بدلہ لے لیا۔ چنانچہ غازی علم الدین شہید پر مقدمہ چلا اور سزائے موت ہوئی۔ جب عدالت میں غازی صاحب سے پوچھا گیا کہ تم اپنی صفائی میں کچھ کتنا چاہتے ہو تو غازی علم الدین نے فرمایا کہ۔

”میں اس عدالت میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے کتاب ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راجپال کو قتل کیا ہے۔ اس لئے کہ کتاب مذکور سے میرے نبی ﷺ کی سخت توہین ہوئی تھی۔ راجپال کو اپنے فعل پر نہ ندامت تھی اور نہ افسوس۔ اگر میں اس مقدمے میں بری کر دیا گیا تو میں توہین رسول کرنے والے کو پھر قتل کروں گا۔“

آخر اسرا اکتوبر ۱۹۷۹ء کو میانوالی جیل میں غازی علم الدین شہید کو چھانسی دے دی گئی۔ اس کیس میں غازی علم الدین شہید کی جانب سے قاتل اعظم وکیل تھے۔ انہوں نے قاتل

بقیہ - حضور کا حسن سلوک

کے حسن سلوک سے وہ ایک دور سے ہی بڑھ چڑھ کی عزت اور تعریف کرتی تھیں۔ ایک بار سفر میں ازواج مطہرات بھی آپ کے حصار تھیں کہ ساربانوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”ذرا دیکھ کر چلو۔ یہ آسمان (ازواج مطہرات) بھی ساتھ ہیں۔“

آپ نے ان آئینوں کا پورا پورا خیال رکھا تھا۔ صنف لطیف کے جذبات اور اس کی زانگوں کا حضور سے بڑھ کر کوئی رکھوالا نہیں ہو سکتا۔ آپ خود بھی سختی تھے اور آپ کی ازواج مطہرات بھی سختی تھیں۔ ازدواجی زندگی میں ناراضگی ہونا معمول کی بات ہوتی ہے لیکن حضور کی ازدواجی زندگی میں اس قسم کے واقعات بہت کم ملتے ہیں۔

آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ سیدہ زینبہؓ سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیے بعد دیگرے ہوا۔ سیدہ النساء

حضرت فاطمہؓ ازہرہ سب سے چھوٹی اور باری صاحبزادی تھیں۔ جنہیں تمام عورتوں کی سردار کہا گیا اور زندگی میں ہی

جنت کی بشارت دی گئی۔ آپ نے بیٹیوں کی شادیاں کس کس سے

قرض نہیں لیا۔ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تو

مسئلہ نوں کی مالی حالت بہتر ہو چکی تھی۔ آپ کے ایک

اشارے پر رقم کے ڈھیر لگ سکتے تھے مگر آپ نے اپنی امت

کے لئے ایک نمونہ پیش کرنا تھا اس لئے صرف ضرورت کا

سلمان چیز میں دے کر اپنی نکت جگر کو گھر سے پیدل رخصت

کیا۔ بڑی بیٹیوں کی شادیاں بھی اسی طرح سلوکی سے ہوئی

تھیں۔ حضرت فاطمہؓ ازہرہ نے گھریلو کام کاج کے لئے ایک

خدمت گار کی درخواست پیش کی تو آپ نے فرمایا۔

”اے فاطمہ! تم میرے پاس خدمت گار مانگتے آئی ہو۔ وہ

تو دنیا میں آرام دیتا ہے۔ تم کو ایسی اچھی بات بتانا ہوں جو

آخرت میں نفع دینے والی ہو۔ جب سو۔ گلو تو ۳۳ مرتبہ

سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا

کر تو رام دن بھر کی تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔“

حضور کا ارشاد ہے۔

”بیٹیاں تمہاری بہترین اولاد ہیں۔ کوئی شخص کوئی چیز لے

کر گھر میں داخل ہو تو پہلے وہ چیز لڑکی کو دے پھر لڑکے کو۔“

آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی سفر یا کسی غزوت سے واپس

تشریف لاتے تو پہلے اپنی لڑکی یعنی حضرت فاطمہؓ کے گرجا جاتے

اور جب بھی کوئی کھانے پینے کی چیز لے کر آتے تو پہلے ان کو

دیتے تھے۔

جب اس قدر خود فرضی اور کوتاہ اندیشی اور ہندوستان

دشمنی سے کام لیا جائے تو جو اس کے کیا نتیجہ ہوگا انہیں

معلوم افراط کی بنا پر۔ پیشہ انگریزوں نے ہندوستان میں

تعلیم کی مد میں ایسی ہیسی مصلحت اور چھپو گیاں پیدا کیں جن

کی بنا پر یہ ملک انتہائی ذلت میں پھنس کر رہ گیا۔

۲۶-۱۸۴۵ء میں ہندوستان کی آمدنی میں سے جبکہ ڈینٹس پر فی

صدی (۳۹۰۵) اور انتظام کل (۳۹۰۲) خرچ کیا جا رہا تھا تو

مد تعلیم پر (۷۶) صرف کیا جاتا تھا۔ مدت دراز سے

ہندوستان میں جبریہ تعلیم کا مسئلہ چل رہا ہے مگر سب سے

بڑی رکاوٹ اس کے راست میں یہی رہی کہ اس کام کے لئے

کافی روپیہ نہیں ملا۔ جب بھی تعلیمات پر سوال اٹھایا گیا تو یہی

جواب ہوتا تھا کہ بجٹ میں روپیہ نہیں۔ یہ حالانکہ ساتھ

کوڑ روپیہ سالانہ کے قریب فوج پر اور اسی طرح بڑی بڑی

رقوم پولیس وغیرہ پر صرف کی جاتی رہیں جن کی غرض صرف

اس قدر تھی کہ برطانوی حکومت کی سلطنت اور جبریت قائم

رہے اور اس سے رہایا کا ایک ایک فرد حکام کے پنجرے میں

پھنسا رہے۔

سر جان سائمن اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے۔

”ہندوستان کے مشکلات کی جڑ پائین فوج ہے۔ مرکزی

حکومت ہند کے موجودہ اخراجات کا ساڑھے پانچ فیصدی

ڈینٹس پر صرف ہو جاتا ہے جو دنیا بھر سے زائد صرف ہے۔

تمام مملکت برطانیہ کی نسبت دو سے تین گنا تک ہندوستان

ڈینٹس پر زائد صرف کرتا ہے۔ یہ بھی قلیل لحاظ ہے کہ

۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۸ء میں برطانیہ عظمیٰ کے مصارف بنک

۳۹ فیصدی برسے۔ نو آپڈیات کے ۳۳ فیصدی۔ مگر

ہندوستان کے امداد اس مدت میں دو گنے ہو گئے۔ واقعہ یہ

ہے کہ انگریزی افواج کے اخراجات ہندوستان میں نسبت

ناگ ہیں۔ ایک انگریز سپاہی کا صرف ہندوستانی سپاہی سے

چو گنا پانچ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ تو پ خانہ اور ہوائی فوج میں

ہندوستانی کو کمیشن ملنا ممنوع ہے۔“

(ہندوستان نامگز مورخہ سہر قمبر ۱۹۳۰ء)

برخلاف اس کے انگلستان میں جنگ عظیم کے دوران میں

اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ثانوی تعلیم کو جبریہ کر دیا

جائے۔ وہ وقت ایسا سخت تھا کہ سلطنت کو فوجی اخراجات

کے لئے لاکھوں روپیہ روزانہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ مگر

بین جنگ کے زمانہ میں ۱۹۱۸ء میں ایک قانون پاس کیا گیا

جس کی رو سے انگلستان کے ہر بچے کے لئے پائی اسکول تک

کی تعلیم جبریہ اور مفت کردی گئی اور جس طرح بین پڑا اس

کے لئے روپیہ فراہم کیا گیا۔ (حکومت خود التیاری ص ۸۵)

انہیں وجود سے سزا ہی ملے گی۔

”اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اس طرح چھوڑنا پڑا

جس طرح روس نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک

چھوڑ جائیں گے جس میں نہ تعلیم ہوگی نہ حفظان صحت، کا

سلمان ہو گا اور نہ ہی دولت ہوگی۔“

(روزانہ ملت دہلی مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء)

۱۹۲۳ء

علم الدین سے کہا کہ آپ صرف ایک دفعہ یہ کہہ دیں کہ میں

نے جب مشائخ راہبیل پر حملہ کیا تو مجھے کوئی ہوش نہ تھا

جنونی کیفیت تھی۔ غازی علم الدین شہید نے جواب میں کہا

کہ قاتل صاحب ساری زندگی میں بے ہوش رہا اور جتنے کام

کئے وہ بے ہوشی میں کئے اگر ہوش میں کوئی کام کیا ہے تو وہ

یہ کام تھا۔

بقیہ - جدید تعلیم یافتہ حضرات

انسان دوستی کی حقیقت مسلم ہوتی ہے۔ حالانکہ بقول مسٹر

لڈلو اور ڈاکٹر لیزو دیگر ماہران تعلیم (سب تصریحات ان

ایسی انڈیا) انگریزی حکومت سے پہلے عام طور پر بکثرت

خواندہ تھے۔ میں کم از کم فیصدی ۵۱ خواندوں کا اوسط ہونا

چاہئے۔ پھر ۱۸۷۱ء میں اس اوسط کا پلایا جانا کیا صریح طور پر

دالات نہیں کرتا کہ انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی مشورہ

افراط کے لئے علم اور اس کی درس گاہوں کو دشمنی کی نظر

سے دیکھ کر برہادی کرنے کا سلسلہ پیش رکھا ہے اور جو کمیشن

دکلی وغیرہ کی حکایات سامنے رکھی جاتی تھیں وہ محض

دکھلوے اور مطلق قسلی کے لئے تھیں۔ ۱۸۷۱ء سے ۱۹۳۱ء

تک پچاس برس کے عرصہ میں خواندہ لوگوں کا اوسط جو کچھ

بڑھا وہ صرف ۳ فیصدی ہے کیونکہ ۱۹۳۱ء میں خواندہ لوگوں کی

تعداد (۷۶۳) فیصدی ہے۔ سوئیٹ روس نے صرف چھٹیں

برس کے اندر یعنی ۱۹۱۸ء سے لے کر ۱۹۳۱ء تک ۸ فیصدی

تعلیم یافتوں سے اسی فیصدی یا اس سے زائد اپنے ملک روس

میں تعلیم یافتہ بنا دیئے اور ایسی حیرت انگیز ترقی کی کہ یورپ

کی حکومتیں اس سے لرزہ برائے ہو گئیں مگر انگریزی

حکومت تقریباً پانچ سو برس میں (یعنی ۱۷۷۵ء سے لے کر

۱۹۳۱ء تک) فیصدی دس تعلیم یافتہ نہ بنا سکی۔

حسب بیان مسز جان گننہر ۱۹۳۳ء میں جبکہ امریکہ

اور انگلستان میں فیصدی ایک بھی خواندہ اور جاہل نہ تھا۔ تو

ہندوستان میں فیصدی نو سے جاہل محض اور ناخواندہ پائے

جاتے ہیں۔“

(مدیت مجبور مورخہ ۸ جون ۱۹۳۳ء از کالم سنس امریکہ)

”حالانکہ سوئیٹ روس نے ایسے تعلیم یافتہ بنائے جنہوں

نے جرمنی جیسی ترقی یافتہ اور سائنس دان قوم کو کشت

دے کر نہ صرف اپنے ملک سے نکل باہر کر دیا بلکہ ان کے

پایہ تخت میں گھس گئے برخلاف اس کے انگریزوں نے جو

تعلیم یافتہ ہندوستان میں بنائے وہ معمولی سے معمولی نتائج پر

قادر نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وقار میں ٹکری کی خدمتیں

انجام دیں اور کسی قسم کی قابلیت ان میں نہیں پائی جاتی اور

کیوں نہ ہو سائن رپورٹ کے موافق جبکہ انگلستان میں

صرف تعلیم فی کس سالانہ ۲۰ پونڈ ۵۵ شلنگ تھا تو ہندوستان میں

صرف تعلیم فی کس سالانہ ۹ پونڈ تھا۔ اور ۱۹۳۳ء میں حسب

بیان مسز جان گننہر جبکہ امریکہ فی کس سالانہ تعلیم پر چار

سو ڈالر خرچ کر رہا تھا اور انگلستان فی کس دو سو ڈالر خرچ

کر رہا تھا تو ہندوستان میں برطانیہ فی کس سالانہ تین ڈالر

خرچ کر رہا تھا۔“

از۔ مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

کسی کی آہ مظلومی سے وقت ظلم ڈرنا تھا

نا ہے خانقاہوں میں محبت کے ہیں سے خانے
 دیا کرتا ہے ساقی عاشقوں کو جام و پیمانے
 خلاف راہ سنت جو بنا کرتے ہیں متانے
 وہ دیوانے بظاہر ہیں مگر اندر ہیں فرزانے
 جو عارف ہیں وہ کس عالم میں رہتے ہیں خدا جانے
 بھلا جو غیر عارف ہے وہ ان کا رتبہ کیا جانے
 حسینوں کے اجڑ جائیں گے جب جنغرافیے اک دن
 بتا ناداں کہاں جائے گا اپنے دل کو بھلانے
 جو یاد آتی ہے ان کی دل میں گھبراتا ہوں گلشن میں
 مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہ صحرا نے
 جو زہد عشق سے نا آشنا ہے پھر بھی وہ ناداں
 نہیں سمجھا ہے خود لیکن چلا ہے مجھ کو سمجھانے
 کسی کی آہ مظلومی سے وقت ظلم ڈرنا تھا
 ہوئے ہیں خانہ آباد ظالم جس سے ویرانے
 ستیا عمر بھر بوجہل نے شمع نبوت کو
 مگر بدنام ہیں دونوں جہاں میں اس کے افسانے
 کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاس بدنامی
 کیا مجبور اظہار بیاں پر خوف فردا نے
 نہ کر تحقیر اے زہد خدا کے درد مندوں کی
 مقام درد دل کو بے خبر تو آہ کیا جانے
 تجلی ان کی ہوتی ہے عطا قلب شکستہ میں
 کیا ہے قلب کو لیکن شکستہ غم کے سودا نے
 نہیں ہے زندگی میں جس کی کوئی داستاں غم کی
 وہ اہل غم کے قرب نخواستگی کو آہ کیا جانے
 وہی کرتے ہیں ان کے عاشقوں پر تبصرے اختر
 جو ظالم درد الفت سے ہوا کرتے ہیں بیگانے

(۱۹ اگست ۱۹۹۳ء۔ مارچ ۱۹۹۳ء)

قرآن مجید

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے نائب مبراؤل
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدنی کی تصنیف لطیف

○ آپ کے قلم سے مختلف اوقات میں لکھے جانے والے رساکیں و مقالات کا مجموعہ ○ معلومات کا خزانہ ○ ولائ کی انوار ○ عقائد کا انکشاف ○ ایک درویش منشی بزرگ کے عہد سے قرآنیوں کی ہدایت کا سامان ○ رحمت اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تیرہویں صدی میں غدا اثنا عشرت تحریر فرمایا ○ اور انہیں کے وارث حضرت لدھیانوی صاحب نے پندرہویں صدی میں تحفہ قرآنیت تحریر فرمایا ○ عزائمات ملاحظہ ہوں ○ عقیدہ ختم نبوت ○ قرآنیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توجیہ ○ عدالت عقلی کی خدمت میں ○ قرآنیوں کو دعوت اسلام ○ چوہدری ظفر اللہ کو دعوت اسلام ○ مرزا طاہر کے جواب میں ○ مرزا طاہر پر آخری انعام جنت ○ اور پوسٹ مابینے ○ قرآنی فیصلہ ○ عیادت ○ نزول یعنی علیہ السلام ○ اللہدی و المسبح ○ قرآنی اقرار ○ قرآنی تحریریں ○ قرآنی زلزلہ ○ مرزا قرآنی نبوت سے مرفق تک ○ قرآنی جنازہ ○ قرآنی سروہ ○ قرآنی وسیعہ ○ قرآنی اور فقیر سب ○ خدا پاکستان (ڈاکٹر عبدالسلام قرآنی) ○ گاہاں کون رہتا ہے ○ قرآنیوں اور دوسرے قانونوں میں فرق ○ قرآنی ساکی ○ فرض ختم نبوت حیات یعنی علیہ السلام کتب مرزا قرآنی اور کسی بھی مسئلہ پر یہ کتاب فیصلہ کن ہے ○ انساٹیکریڈیا ہے ○ قرآنی مذہب سے لے کر سیاست تک مسابقت سے عدالت تک کی کسی بھی ضرورت کے لئے اس کتاب کا آپ کے پاس ہونا ضروری ہے ○ دینی اداروں 'علماء' متاخرین 'وگاہ' تمام حضرات کی لائبریریوں کے لئے ضروری ہے ○ صفحات ۲۰۰ ○ کاغذ موہ ○ کپیوڑ کتابت ○ خوبصورت رنگینیاں ○ عمدہ اور پائیدار جلد ○ قیمت ۱۰/۱۰ روپے ○ بنامی روکنا وہ طلباء کے لئے رعایتی قیمت ۷/۱۰ روپے ایک خرچہ باندھ و فخر ○ پیشگی علی آرڈر آنا ضروری ○ مجلس کے مقامی دفاتر سے بھی طلب کریں ○

مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

صدر دفتر حضور صوری بلخ روڈ ملتان - پاکستان - فون نمبر ۸۷۹۷۰۹